اہلِ بیت علیہم السلام کی اخلاقی سیرت

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اہلِ بیت علیہم السلام صبور، متواضع، عطاء و بخشش کرنے والے، با اخلاص، فدا کار، یتیم نواز اور محبت کرنے والے تھے۔

رہبرِ معظم آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ نے فرمایا:

بدزبانی اور بدگوئی جیسی خصوصیات کو اسلامی معاشرے سے ختم ہونا چاہیے کیونکہ مکتب آئمہ معصومینؑ، مکتب علوی و فاطمی ان برائیوں سے پاک ہے۔

المہدی عج ادارۂ تربیت اسلامی

آئی ایس او پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ

صَلَوَاتُکَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آبَائِهٖ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ

وَفِیْ کُلِّ سَاعَةٍ وَلِیًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَ

دَلِیْلًا وَعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَهٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَ

تُمَتِّعَهٗ فِیْهَا طَوِیْلًا

اہل بیت علیہم السلام کی اخلاقی سیرت

المہدی (عج) ادارۂ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان

فہرست

فصلِ اوّل

اہلِ بیت علیہم السلام کا ایثار ______ ۶

۱) ایثار اہلبیتؑ ونزول سورہ دہر ______ ۶

۲) ایثارِ اہلِ بیتؑ ونزول آیت وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ______ ۸

۳) ہجرت کی رات ایثار امیر المومنینؑ ______ ۱۰

فصلِ دوّم

اہلِ بیت علیہم السلام کی تواضع ______ ۱۱

۱) رسول خداؐ کا متواضعانہ زندگی کا انتخاب ______ ۱۱

۲) رسول خداؐ کی متواضعانہ خصلتیں ______ ۱۲

۳) آئمہ معصومینؑ کی متواضعانہ خصوصیات ______ ۱۳

فصلِ سوّم

اہلِ بیت علیہم السلام کا عفوودرگزر ______ ۱۶

۱) رسول خدا (ص) کا عفوودرگزر ______ ۱۶

۲) امیر المومنینؑ کا عفوودرگزر ______ ۱۷

۳) عفوودرگزر امام حسن علیہ السلام ______ ۲۰

۴) امام حسین علیہ السلام کا حر ابن یزید ریاحی کو معاف کر دینا ______ ۲۰

۵) امام زین العابدینؑ کا عفوودرگزر ______ ۲۱

فصلِ چہارم

اہلِ بیت علیہم السلام کا انداز عبادت ــــــــ ۲۲

۱) خالصانہ عبادت ــــــــ ۲۲

۲) عبادت میں سخت تلاش وکوشش ــــــــ ۲۳

۳) اہلِ بیتؑ کی نماز وعبادت ــــــــ ۳۳

۴) اہلِ بیتؑ کی نماز شب ــــــــ ۳۸

۵) اہلِ بیتؑ کا روزہ ــــــــ ۴۱

۶) اہلِ بیتؑ کا حج ــــــــ ۴۳

فصلِ پنجم

اہلِ بیت علیہم السلام کا انداز صبر ورضا ــــــــ ۴۷

فصلِ ششم

اہلِ بیت علیہم السلام کا انداز طلب معاش ــــــــ ۵۲

فصلِ ہفتم

اہلِ بیت علیہم السلام کا انداز عطاء وبخشش ــــــــ ۵۶

فصلِ ہشتم

اہلِ بیت علیہم السلام کا خادموں کے ساتھ سلوک ــــــــ ۶۴

فصلِ نہم

اہلِ بیت علیہم السلام اخلاق طیبہ کا مجموعہ ــــــــ ۶۹

فصلِ اوّل

اہلِ بیت علیہم السلام کا ایثار

۱) ایثار اہلبیتؑ ونزول سورہ دہر

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا - إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا

اور اپنی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔(وہ ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ(کی رضا) کے لیے کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ تو کوئی معاوضہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکرگزاری۔(سورہ دہر:۸،۹)

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔(سورہ حشر:۹)

ابن عباس سے نقل ہوا ہے کہ:

حسن(ع) وحسین(ع) بیمار ہوئے تو رسول اکرمؐ ایک جماعت کے ساتھ عیادت کے لئے آئے اور فرمایا: اباالحسن! اگر تم اپنے بچوں کے لئے کوئی نذر کر لیتے؟ یہ سن کر علی(ع)، فاطمہ(ع) وفضہ(کنیز خانہ) سب نے نذر کرلی کہ اگر بچے صحت یاب ہو گئے تو تین دن روزہ رکھیں گے۔

خدا کے فضل سے بچے صحت یاب ہو گئے لیکن گھر میں روزہ افطار کرنے کیلئے کوئی سامان نہ تھا تو حضرت علی (ع) شمعون یہودی کے یہاں سے تین صاع جو قرض لے آئے اور فاطمہ (ع) نے ایک صاع پیس کر ۵ روٹیاں تیار کیں ابھی افطار کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ ایک سائل نے آواز دی۔ اہلبیت محمد! تم پر میرا اسلام، میں مسلمانوں کے مساکین میں سے ایک مسکین ہوں، مجھے کھانا کھلاؤ، خدا تمھیں دستر خوان جنت سے سیر کرے گا، سب نے ایثار کر کے روٹیاں اس کے حوالہ کر دیں اور پانی سے افطار کر لیا۔

دوسرے دن پھر روزہ رکھا اور اسی طرح افطار کے لئے بیٹھے تو ایک سائل نے سوال کر لیا اور روٹیاں اس کے حوالہ کر دیں، تیسرے دن پھر یہی صورت حال پیش آئی۔

اب جو چوتھے دن حضرت علی (ع) بچوں کو لئے ہوئے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ بچے بھوک کی شدت سے پرندے کے بچے کی مانند کانپ رہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ کو سخت تکلیف ہوئی اور بچوں کو لے کر خانہ فاطمہ (ع) میں آئے، دیکھا کہ فاطمہ (ع) محراب عبادت میں ہیں، لیکن فاقوں کی شدت سے شکم مبارک پیٹھ سے مل گیا ہے اور آنکھیں اندر کی طرف چلی گئی ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر آپ کو مزید تکلیف ہوئی کہ جبریل امین آ گئے اور سورہ دہر دیتے ہوئے کہا کہ یا محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبارک ہو، پروردگار نے آپ کے اہلبیت (ع) کے لئے یہ تحفہ نازل فرمایا ہے۔ (تفسیر کشاف ج ۴، ص ۱۶۹۔ کشف الغمہ ج ۱، ص ۳۰۲)

امام باقر (ع) سے روایت ہے کہ:

سورۂ دہر (انسان) کی شان نزول بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ "علی حبه" سے مراد یہ ہے کہ انھیں خود بھی ضرورت تھی لیکن اس کے باوجود مسکین و یتیم و اسیر کو مقدم کر دیا اور خدا نے ان آیات کو نازل کر دیا اور یاد رکھو کہ انما نطعمکم لوجه الله (ہم صرف رضائے

الٰہی کے لئے کھلاتے ہیں اور نہ اس کی کوئی جزا چاہتے ہیں اور نہ شکریہ) یہ قول اہل بیت (ع) نہیں ہے اور نہ ان کی زبان پر ایسے الفاظ آئے ہیں، یہ ان کے دل کی بات ہے جسے پروردگار نے اپنی طرف سے واضح کر دیا ہے اور ان کے ارادوں کی ترجمانی کر دی ہے کہ یہ نہ جزاء کی زحمت دینا چاہتے ہیں اور نہ شکریہ کی تعریف کے خواستگار ہیں، یہ اپنے عمل کے معاوضہ میں صرف رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے طلب گار ہیں اور بس!

(امالی صدوق (ر) روایت سلمہ بن خالد ص215)

۲) ایثارِ اہلِ بیتؑ ونزول آیت وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ- وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ-

اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔ (سورہ حشر:۹)

ابن عباس سے روایت ہے کہ:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

کی آیت علی (ع) و فاطمہ (ع) اور حسن (ع) وحسین (ع) کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (شواہد التنزیل 2 ص332)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ:

ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بھوک کی شکایت کی، آپ نے ازواج کے گھر دریافت کرایا، سب نے کہہ دیا کہ یہاں کچھ نہیں ہے تو فرمایا کوئی ہے جو آخر رات اسے سیر کرے؟ علی (ع) بن ابی طالب (ع) نے فرمایا کہ میں حاضر ہوں۔! اور

یہ کہہ کر خانۂ زہرا (ع) میں آئے، فرمایا دختر پیغمبر! آج گھر میں کیا ہے؟

فرمایا کہ بچوں کا کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے...... لیکن اس کے بعد بھی ہم ایثار کریں گے، چنانچہ بچوں کو سلا دیا، چراغ خانہ کو بجھا دیا اور آنے والے کو سارا کھانا کھلا دیا۔

صبح کو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا قصہ بیان کیا تو فوراً آیت کریمہ نازل ہوگئی

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

(امالی الطوسی (ر) 185، شواہد التنزیل 2 ص 331 / 972، مناقب ابن شہر آشوب 2 ص 74)

امام باقر (ع) سے روایت ہے کہ:

ایک دن رسول اکرمؐ تشریف فرما تھے اور آپ کے گرد اصحاب کا حلقہ تھا کہ حضرت علی (ع) ایک بوسیدہ چادر اوڑھ کر آ گئے اور رسول اکرمؐ کے قریب بیٹھ گئے، آپ نے تھوڑی دیر ان کے چہرہ پر نگاہ کی اور اس کے بعد آیت ایثار کی تلاوت کر کے فرمایا کہ یا علی (ع) تم ان ایثار کرنے والوں کے رئیس، امام اور سردار ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس لباس کا کیا ہوا جو میں نے تم کو دیا تھا؟ عرض کی اصحاب میں سے ایک فقیر آ گیا اور اس نے برہنگی کا شکوہ کیا تو میں نے رحم کھا کر ایثار کیا اور لباس اس کے حوالہ کر دیا اور مجھے یقین تھا کہ پروردگار مجھے اس سے بہتر عنایت فرمائے گا۔

فرمایا تم نے سچ کہا، ابھی جبریلؑ نے یہ خبر دی ہے کہ پروردگار نے تمھارے لئے جنت میں ایک ریشم کا لباس تیار کرایا ہے جس پر یاقوت اور زمرد کا رنگ چڑھا ہوا ہے اور یہ تمھاری سخاوت کا بہترین صلہ ہے جو تمھارے پروردگار نے دیا ہے کہ تم نے اس پرانی چادر پر قناعت کی ہے اور بہترین لباس سائل کے حوالہ کر دیا ہے، یا علی (ع)! یہ تحفہ جنّت مبارک ہو۔

(تاویل الآیات الظاہرہ 255)

۳) ہجرت کی رات ایثار امیر المومنینؑ

احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبیؒ کا بیان ہے کہ میں نے بعض کتب تفسیر میں دیکھا ہے کہ جب رسول اکرمؐ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت علی (ع) کو مکہ میں یہ کہ کر چھوڑ دیا کہ انہیں لوگوں کے پاس موجود لوگوں کی امانتوں کو واپس کرنا ہے، اور اس عالم میں چلے گئے کہ سارا گھر مشرکین سے گھرا ہوا تھا اور حضورؐ کا حکم تھا کہ علی (ع) چادر حضرمی اوڑھ کر بستر پر سو جائیں، انشاء اللہ پروردگار ہر شر سے محفوظ رکھے گا، چنانچہ آپ نے حکم کی تعمیل فرمائی اور ادھر پروردگار نے جبرائیل و میکائیل سے کہا کہ میں نے تم دونوں کے درمیان برادری کا رشتہ قائم کر دیا ہے اور ایک کی عمر کو دوسرے سے زیادہ کر دیا ہے اب بتاؤ کون اپنی زیادہ عمر کو اپنے بھائی پر قربان کرسکتا ہے؟ جس پر دونوں نے زندہ رہنے کو پسند کیا تو پروردگار نے فرمایا کہ تم لوگ علی (ع) جیسے کیوں نہیں ہو جاتے ہو، دیکھو میں نے ان کے اور محمد کے درمیان برادری قائم کر دی تو وہ کس طرح ان کے بستر پر لیٹ کر اپنی جان قربان کر رہے ہیں اور ان کا تحفظ کر رہے ہیں، اچھا اب دونوں افراد جاؤ اور ان کا تحفظ کرو۔

چنانچہ دونوں فرشتے نازل ہوئے، جبرائیل سرہانے کھڑے ہوئے اور میکائیل پائینتی کی جانب اور دنوں نے کہنا شروع کیا، مبارک ہو مبارک ہو ابوطالب (ع) کے لال تمھارا مثل کون ہے کہ خدا تمھارے ذریعہ ملائکہ پر مباہات کر رہا ہے، اور راہ مدینہ میں رسول اکرم پر یہ آیت کریمہ نازل کر دی

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَاللهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ

(بقرہ:207)

(اسد الغابہ 4 ص 98، تذکرۃ الخواص 35، شاہد التنزیل 1 ص 123 / 132، ارشاد القلوب ص 224)

❁❁❁❁❁

فصلِ دوّم

اہلبیت علیہم السلام کی تواضع

۱) رسول خداؐ کا متواضعانہ زندگی کا انتخاب

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

میرے پاس آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو اس سے پہلے کسی نبی کے پاس نہیں آیا تھا اور نہ اس کے بعد آنے والا ہے اور اس کا نام اسرافیل ہے، اس نے آکر مجھے سلام کیا اور کہا کہ میں پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کو یہ اختیار دوں کہ چاہے پیغمبر بندگی بن کر رہیں یا ملوکانہ زندگی گذاریں تو میں نے جبرائیل کی طرف نظر کی اور انھوں نے تواضع کی طرف اشارہ کیا تو میں نے اس اشارۂ الوھیت کی بنیاد پر بندگی پروردگار کی زندگی کو ملوکانہ آن بان پر مقدم رکھا۔(المعجم الکبر۔12ص/267)

امام محمد باقر (ع) فرماتے ہیں:

پیغمبر اکرمؐ کے پاس جبرائیل تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں لے کر تین مرتبہ حاضر ہوئے اور آپ کو خزانوں کا اختیار پیش کیا بغیر اس کے کہ اجر آخرت میں کسی طرح کی کمی واقع ہو لیکن آپ نے پرسکون زندگی پر تواضع کو مقدم رکھا۔

(کافی،8ص130/100،امالی الطوسی692/1470)

امام صادق (ع) نے فرمایا:

جبرائیل نے رسول اکرمؐ کے پاس حاضر ہو کر آپ کو سارا اختیار دے دیا لیکن آپ نے

تواضع کو پسند فرمایا اور اسی بنیاد پر ہمیشہ غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور بارگاہ الٰہی میں تواضع کے اظہار کے لئے غلاموں ہی سے انداز سے بیٹھنا بھی پسند فرماتے تھے۔

(کافی 8 ص 131101 / روایت علی بن المغیرہ، کافی 6 ص 270،، المحاسن 2 ص 244)

۲) رسول خداؐ کی متواضعانہ خصلتیں

یزید بن عبداللہ بن قسیط بیان کرتے ہیں:

اہل صفّہ پیغمبر اسلامؐ کے وہ اصحاب تھے جن کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور مسجد ہی میں رہا کرتے تھے اور وہیں آرام کیا کرتے تھے رسول اکرمؐ رات کے وقت انھیں بلا کر اصحاب کے گھر بھیج دیا کرتے تھے تاکہ ان کے یہاں جا کر کھانا کھالیں اور بہت سے افراد کو خود اپنے ساتھ شریک طعام فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ پروردگار نے اسلام کو مالدار بنا دیا۔

(طبقات الکبریٰ 1 ص 255)

ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں:

رسول اکرمؐ اپنے اصحاب کے سامنے اس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ باہر سے آنے والا نہیں سمجھ پاتا تھا کہ ان میں پیغمبر کون ہے، تو ہم لوگوں نے عرض کی کہ حضور کے لئے ایک جگہ معین کر دیں تاکہ مرد مسافر آپ سے سوال کر سکے چنانچہ ایک چبوترہ بنا دیا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ (سنن نسائی 8 ص 101، مکارم الاخلاق 1 ص 48 / 8)

ابن مسعود نقل کرتے ہیں کہ:

رسول اکرمؐ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے گفتگو شروع کی تو اس کے جوڑ (بند) کانپ رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ پریشان نہ ہو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میری والدہ گرامی بھی گوشت کے ٹکڑوں ہی پر گذارا کیا کرتی تھیں۔

(سنن ابن ماجہ ص11003312/ ،مکارم الاخلاق 1 ص48/ 7)

امام صادق (ع) سے روایت ہوئی کہ:

پیغمبر اکرمؐ نے کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا اور آپ بادشاہوں سے مشابہت کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور ہم بھی ایسا کوئی کام نہیں کر سکتے ہیں۔ (کافی 6 ص8/ 272)

۳) آئمہ معصومینؑ کی متواضعانہ خصوصیات

زاذان سے نقل ہوا ہے کہ:

میں نے حضرت علی (ع) کو دیکھا کہ بازار میں کسی شخص کے جوتے کا تسمہ گر جاتا تھا تو اٹھا کر کر دیدیتے تھے، ہر بھٹکے ہوئے مسافر کو راستہ بتاتے تھے اور مزدوروں کے سامان اٹھانے میں مدد فرمایا کرتے تھے اور اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

یہ دار آخرت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اس دنیا میں بلندی اور فساد کے طلب گار نہیں ہیں اور آخرت تو بہر حال صاحبان تقویٰ کے لئے ہے۔ (قصص: ۸۳)

اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت حکام اور صاحبان قدرت و اختیار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (فضائل الصحابہ ابن حنبل 2 ص6211064/)

امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ:

امیر المومنین علی (ع) ایک دن سوار ہو کر نکلے تو کچھ لوگ آپ کے ہمراہ پیدل چلنے لگے۔۔۔۔۔ فرمایا کیا تمھیں کوئی ضرورت ہے؟

لوگوں نے عرض کی کہ آپ کی رکاب میں چلنا اچھا لگتا ہے۔

فرمایا کہ واپس جاؤ پیدل کا سوار کے ساتھ پیدل چلنا سوار کے لئے باعث فساد وغرور ہے اور پیدل کے لئے باعث ذلت واہانت ہے۔ (کافی 6ص540/16 تحف العقول ص209)

روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام حسن (ع) مساکین کے پہلو میں بیٹھ کر فرمایا کرتے تھے کہ خدا متکبر افراد کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ (تفسیر طبری 14ص94، العمدۃ ص400/812)

روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام حسن (ع) فقراء کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے، وہ لوگ روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے، انھوں نے آپ کو مدعو کرلیا، آپ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ خدا مستکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ آپ نے سب کے ساتھ کھانا کھالیا اور کھانے میں کسی طرح کی کمی واقع نہیں ہوئی، اس کے بعد سب کو اپنے گھر بلا کر کھانا بھی کھلایا اور کپڑے بھی عنایت فرمائے۔۔۔۔ (مناقب ابن شہر آشوب 4ص23)

محمد بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ:

امام حسین (ع) مساکین کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے جو صفہ میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے، ان لوگوں نے آپ کو مدعو کرلیا، آپ شریک طعام ہوگئے اور فرمایا کہ خدا متکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کرلی، اب تم میرے یہاں آؤ، وہ لوگ آگئے، آپ نے گھر کے اندر جا کر فرمایا رباب جو کچھ گھر میں ذخیرہ ہے سب ان لوگوں کے حوالہ کردو۔

(تاریخ دمشق حالات امام حسین (ع)151196/ تفسیر عیاشی 2ص25715)

ابو بصیر نقل کرتے ہیں کہ:

امام جعفر صادق (ع) حمام میں داخل ہوئے تو صاحب حمام نے کہا کہ آپ کے لئے خاص انتظام کرادیا جائے اور اسے خالی کرادیا جائے؟ فرمایا کوئی ضرورت نہیں ہے، مومن ان تکلفات سے سبک تر ہوتا ہے۔ (کافی 6ص503/37)

روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام رضا (ع) حمام میں داخل ہوئے تو ایک شخص نے پشت پر کیسہ لگانے کا مطالبہ کر دیا، آپ نے شروع کر دیا، ایک شخص نے اسے بتا دیا تو وہ معذرت کرنے لگا لیکن آپ اس کی تالیف قلب اور خدمت میں لگے رہے کہ انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔۔(مناقب ابن شہر آشوب 4 ص362)

❁❁❁❁❁

فصل سوم

اہل بیت علیہم السلام کا عفوودرگزر

۱) رسول خدا(ص) کا عفوودرگزر

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

ہم اہلِ بیت (ع) کی مروت کا تقاضا یہ ہے کہ جو ہم پر ظلم کرے اسے معاف کر دیں اور جو ہمیں محروم رکھے اسے عطاء کر دیں۔ (تحف العقول ص38)

ابوعبداللہ الجد لی بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے حضرت عائشہ سے رسول اکرمؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت کوئی فحش بات نہ کہتے تھے اور نہ کوئی ایسا کام کرتے تھے، بازاریوں کی طرح شور مچانا بھی آپ کا کام نہیں تھا اور برائی کا بدلہ برائی سے بھی نہیں دیتے تھے بلکہ عفو اور درگذر سے کام لیا کرتے تھے۔

(سنن ترمذی 4 ص 369/2016، مسند ابن حنبل 9 ص 32/25472، 10 ص 75/26049، 94/26150)

عبداللہ سے روایت ہے کہ:

میں نے پیغمبر اسلامؐ کا یہ پیغمبرانہ طریقہ دیکھا ہے کہ لوگوں نے آپ کو زخمی کر دیا تو آپ چہرہ سے خون صاف کرتے جا رہے تھے اور فرما رہے تھے، خدایا میری قوم کو معاف کر دینا کہ یہ جاہل ہیں۔

(صحیح بخاری 6 ص 2539/6530، 3 ص 1282/3290، صحیح مسلم 3 ص 1417/1792)

امام باقر (ع) روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اکرمؐ کے پاس اس یہودی عورت کو حاضر کیا گیا جس نے آپ کو زہر دیا تھا......تو آپ نے دریافت کیا کہ آخر تو نے ایسا اقدام کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ میرا خیال یہ تھا کہ اگر یہ نبی ہیں تو انھیں نقصان نہ ہوگا اور اگر بادشاہ ہیں تو لوگوں کو آرام مل جائے گا۔! یہ سن کر آپ نے اسے معاف کر دیا اور کوئی بدلہ نہیں لیا۔ (کافی 1 ص 108 / 9)

۲) امیر المومنینؑ کا عفوو درگزر

معاذ بن عبداللہ تمیمی روایت کرتے ہیں کہ:

خدا کی قسم میں نے اصحاب امیر المومنین (ع) کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہ کے اونٹ تک پہنچ گئے ہیں اور کسی نے آواز دی کہ اونٹ کے پیر کاٹ دیئے جائیں اور لوگوں نے کاٹ بھی دیئے اور اونٹ گر پڑا لیکن حضرت نے فوراً آواز بلند کر دی کہ جو اسلحہ رکھ دے گا وہ امان میں ہے اور جو میرے گھر میں آجائے گا وہ بھی امان میں ہے، خدا کی قسم میں نے ایسا کریم انسان نہیں دیکھا ہے۔ (الجمل ص 365، مروج الذہب 2 ص 378، الاخبار الطوال ص 151، تاریخ یعقوبی 2 ص 182، شرح الاخبار 1 ص 395 / 334)

امام علی (ع) ارشاد فرماتے ہیں:

اہل بصرہ پر فتح پانے کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ بے شک پروردگار وسیع رحمت کا مالک اور دائمی مغفرت کا مختار ہے، اس کے پاس عظیم معافی بھی ہے اور دردناک عذاب بھی، اس نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کی رحمت و مغفرت و معافی صاحبان اطاعت کیلئے ہے اور اس کی رحمت سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں...... اور اس کا عذاب، غضب، عقاب سب اہل معصیت کے لئے ہے اور ہدایت و دلائل کے بعد

کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا ہے۔

اہل بصرہ! اب تمھارا کیا خیال ہے جبکہ تم نے میرے عہد کو توڑ دیا ہے اور میرے خلاف دشمن کا ساتھ دیا ہے؟ ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہا کہ ہم تو اچھا ہی خیال رکھتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے میدان جیت لیا ہے، اب اگر سزا دیں گے تو ہم اس کے حقدار ہیں اور اگر معاف کردیں گے تو یہ طریقہ پروردگار کو پسند ہے۔

فرمایا جاؤ میں نے معاف کردیا لیکن خبردار اب فتنہ برپا نہ کرنا کہ تم نے عہد شکنی بھی کی ہے اور امت میں تفرقہ بھی پیدا کیا ہے، یہ کہہ کر آپ بیٹھ گئے اور لوگوں نے بیعت کرنا شروع کردی۔ (ارشاد 1 ص 257، الجمل 407)

امام زین العابدین (ع) فرماتے ہیں:

میں مروان بن الحکم کے یہاں گیا تو کہنے لگا کہ میں نے تمھارے دادا سے زیادہ کریم کوئی انسان نہیں دیکھا کہ انھیں روز جمل ہم پر غلبہ حاصل ہوگیا لیکن انھوں نے منادی کرادی کہ خبردار کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے اور کسی زخمی کا خاتمہ نہ کیا جائے۔

(السنن الکبریٰ 8 ص 214 / 167,46 روایت ابراہیم بن محمد عن الصادق (ع)، المبسوط ص 264)

ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ:

امیر المومنین (ع) حلم و درگذر کے معاملہ میں تمام لوگوں سے زیادہ معاف کرنے والے اور حلیم تھے جس کا صحیح مظاہرہ روز جمل ہوا ہے جب آپ نے مروان بن الحکم پر قابو حاصل کرلیا جو آپ کا شدید ترین اور بدترین دشمن تھا لیکن اس کے باوجود اسے چھوڑ دیا۔

یہی حال عبداللہ بن زبیر کا تھا کہ برملا آپ کو گالیاں دیا کرتا تھا اور روز جمل بھی اپنے خطبہ میں آپ کو لئیم اور ذلیل جیسے الفاظ سے یاد کیا تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک یہ بدبخت جوان نہیں ہوا زبیر ہمارے ساتھ تھا اور اس کے بعد اس نے گمراہ کردیا، لیکن اس کے

باجود جب قبضہ میں آگیا تو اسے معاف کردیا اور فرمایا کہ میرے سامنے سے ہٹ جاو، میں تجھے دیکھنا نہیں چاہتا ہوں۔

یہی کیفیت جمل کے بعد سعید بن العاص کی تھی کہ جب وہ مکہ میں پکڑا گیا تو سخت ترین دشمن ہونے کے باوجود آپ نے کچھ نہیں کہا اور اسے نظر انداز کردیا، پھر عائشہ کے بارے میں تو آپ کا سلوک بالکل واضح ہے کہ آپ نے انھیں بیس عورتوں کے ساتھ مدینہ واپس کردیا اور عورتوں کو سپاہیوں کا لباس پہنا دیا اور تلواریں ساتھ کردیں، لیکن آپ راستہ میں بھی تنقید کرتی رہیں کہ ہمیں مردوں کے لشکر کے حوالہ کردیا، یہ تو جب مدینہ پہنچ کران عورتوں نے فوجی لباس اتارا تو عائشہ کو علی (ع) کے کرم کا اندازہ ہوا اور شرمندہ ہوگئیں۔

خود اہل بصرہ نے آپ سے جنگ کی، آپ کو اور آپ کی اولاد کو تلواروں کا نشانہ بنایا لیکن جب آپ نے فتح حاصل کرلی تو تلوار نہیں اٹھائی اور اعلان عام کرادیا کہ خبردار کسی بھاگتے ہوئے کا پیچھا نہ کیا جائے، کسی زخمی کو مارا نہ جائے، کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو اسلحہ رکھدے یا میرے لشکر کی پناہ میں آجائے اسے پناہ دیدی جائے، مال غنیمت پر قبضہ نہ کیا جائے، بچوں کو اسیر نہ کیا جائے، حالانکہ آپ کو یہ سب کچھ کرنے کا حق اور اختیار حاصل تھا لیکن آپ نے عفو و درگذر کے علاوہ کوئی اقدام نہیں کیا اور روز فتح مکہ پیغمبر اسلامؐ کی سیرت کو زندہ کردیا کہ آپ نے بھی عفو و درگذر سے کام لیا تھا حالانکہ عداوتیں سرد نہیں ہوئی تھیں اور زیادتیاں بھلائی نہیں جاسکی تھیں۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید 1 ص 22/23)

ابن ملجم کو گرفتار کرکے امیر المومنین (ع) کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے باقاعدہ کھانے اور آرام کرنے کا انتظام کیا جائے اس کے بعد میں زندہ رہ گیا تو میں خود صاحب اختیار ہوں چاہے معاف کروں یا بدلہ لوں/ لیکن اگر میں نہ بچ سکا تو اسے بھی میرے پاس پہنچادینا تا کہ خدا کی بارگاہ میں فیصلہ کرایا جاسکے۔ (اسد الغابہ 4 ص 113، تاریخ دمشق حالات

امام علی 3 ص 300/1400، الامامۃ والسیاسۃ 1 ص 181)

امام باقر (ع) فرماتے ہیں:

حضرت علی (ع) نے زخمی ہونے کے بعد ابن ملجم کے بارے میں فرمایا کہ اس کے کھانے پینے کا انتظام کرو اور اچھا برتاؤ کرو، اس کے بعد میں زندہ رہ گیا تو میں اپنے خون کا حقدار ہوں چاہے معاف کروں یا بدلہ لوں اور اگر نہ رہ گیا اور تم نے اسے قتل کر دیا تو خبردار لاش کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا۔ (السنن الکبریٰ 8 ص 317/16759، تاریخ دمشق حالات امام علی (ع) 3 ص 297/1398، مناقب ابن شہر آشوب 2 ص 213)

۳) عفو و درگزر امام حسن علیہ السلام

روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام حسن (ع) کے ایک غلام نے کوئی قابل سزا عمل انجام دیا تو آپ نے اسے مارنے کا حکم دیدیا، اس نے فوراً آیت شریفہ پڑھی "**والکاظمین الغیظ**" صاحبان تقویٰ غصہ کو پی جاتے ہیں؟

فرمایا میں نے ضبط کرلیا، اس نے کہا "**والعافین عن الناس**" اور لوگوں کی غلطیوں کو معاف کر دیتے ہیں، فرمایا میں نے معاف کر دیا۔

اس نے تیسرا ٹکڑا پڑھ دیا، "**والله یحب المحسنین**" اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے؟ فرمایا کہ میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کر دیا اور پہلے سے دوگنا مال بھی دے رہا ہوں۔ (الفرج بعد الشسدۃ 1 ص 101)

۴) امام حسین علیہ السلام کا حر ابن یزید ریاحی کو معاف کر دینا

روزِ عاشور حر بن یزید نے امام حسین (ع) کی خدمت میں آ کر عرض کی، خدا مجھے آپ کا فدیہ بنا دے، فرزند رسول! میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کا راستہ روکا تھا اور آپ کو ساتھ

لے کر آیا تھا اور اس صحرائے بلاء میں روک دیا تھا، خدائے وحدہ لاشریک کی قسم مجھے نہیں معلوم تھا کہ قوم آپ کے مطالبہ کو ٹھکرا دے گی، خیر، اب میں اپنے گناہوں کی توبہ کے لئے حاضر ہوا ہوں اور آپ کے سامنے قربان ہونا چاہتا ہوں۔

فرمایئے کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ فرمایا بیشک خدا توبہ کا قبول کرنے والا ہے اور معاف کرنے والا ہے، تیرا نام کیا ہے؟ حر نے کہا میں حر بن یزید ہوں!......فرمایا تو واقعاً حر ہے جس طرح تیری ماں نے تیرا نام رکھا ہے، واللہ تو دنیا و آخرت دونوں میں آزاد ہے! اب گھوڑے سے اتر آؤ، حر نے عرض کی کہ حضور اب اسی طرح جہاد کی اجازت دیدیں اترنے کے لئے نہ فرمائیں یہاں تک کہ گھوڑے سے گرایا جاؤں۔

آپ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے، جو چاہو کرو خدا تم پر رحمت نازل کرے گا۔

(تاریخ طبری 5 ص 427، اعلام الوریٰ ص 239)

۴) امام زین العابدین ؑ کا عفو و درگزر

عبداللہ بن محمد نقل کرتے ہیں کہ:

میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے سنا ہے کہ امام "زین العابدین (ع)" وضو کی تیاری میں تھے اور ایک کنیز پانی انڈیل رہی تھی کہ لوٹا اس کے ہاتھ سے گر گیا اور حضرت کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا، آپ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنا چاہا، اس نے فوراً قرآن مجید کے اس کلمہ کی تلاوت کردی "**والکاظمین الغیظ**"......فرمایا میں نے غصہ کو ضبط کرلیا۔

اس نے دوسرا ٹکڑا پڑھا "**والعافین عن الناس**"۔۔۔فرمایا میں نے تجھے معاف کردیا۔

اس نے کہا "**واللہ یحب المحسنین**"......فرمایا کہ جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کردیا۔ (تاریخ دمشق حالات امام زین العابدین (ع) 58/89، امالی صدوق (ر) 168/12، ارشاد 2 ص 146)

❀❀❀❀❀

فصل چہارم

اہل بیت علیہم السلام کا انداز عبادت

۱) خالصانہ عبادت

قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
مَا عَبَدْتُكَ خَوْفاً مِنْ نَارِكَ وَ لاَ طَمَعاً فِي جَنَّتِكَ وَ لَكِنْ وَجَدْتُكَ أَهْلاً لِلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُكَ

امام علی (ع) ارشاد فرماتے ہیں:

خدایا میں نے تیری عبادت نہ تیری جنت کی طمع میں کی ہے اور نہ تیرے جہنم کے خوف سے...... بلکہ تجھے عبادت کا اہل پایا ہے تو تیری عبادت کی ہے۔

(عوالی اللئالی 1 ص404 / 63، شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی 5 ص361)

ایک اور مقام پر امام علی (ع) فرماتے ہیں:

اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ، وَ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ، وَ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْاَحْرَارِ

ایک قوم نے اللہ کی عبادت رغبت کی بنا پر کی ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے، دوسری قوم نے خوف کی بنا پر کی ہے تو یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک قوم نے اس کی عبادت شکر نعمت کی بنیاد پر کی ہے، یہی آزاد اور شریف لوگوں کی عبادت ہے۔

(نہج البلاغہ حکمت 237، تحف العقول ص246)

امام صادق (ع) کا رشاد گرامی ہے:
عبادت گذاروں کی تین قسمیں ہیں، ایک قوم نے خوف کی بنیاد پر عبادت کی ہے تو یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک قوم نے ثواب کی خواہش میں عبادت کی ہے تو یہ مزدوروں کی عبادت ہے۔ البتہ ایک قوم نے اس کی محبت میں عبادت کی ہے اور یہی آزاد مردوں کی عبادت ہے اور یہی بہترین عبادت ہے۔ (کافی 2 ص 84/5)
امام زین العابدین (ع) فرماتے ہیں:
مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ خدا کی عبادت کروں اور اس کا مقصد ثواب کے علاوہ کچھ نہ ہو اور اس طرح ایک لالچی بندہ بن جاؤں کہ اسے طمع ہو تو عبادت کرے اور نہ ہو تو نہ کرے اور یہ بھی ناپسند ہے کہ میرا محرک صرف عذاب کا خوف ہو اور اس طرح بدترین بندہ بن جاؤں کہ خوف نہ ہو تو کام ہی نہ کرے۔
کسی نے دریافت کیا پھر آپ کیوں عبادت کرتے ہیں؟ فرمایا اس لئے کہ وہ اہل ہے اور اس کے انعامات میری گردن پر ہیں۔ (تفسیر منسوب بہ امام عسکری (ع) ص 328/180)

۲) عبادت میں سخت تلاش و کوشش

امام محمد باقر (ع) نے بیان فرمایا: رسول اکرمؐ عائشہ کے حجرہ میں تھے تو انھوں نے کہا کہ آپ اس قدر عبادت کی زحمت کیوں برداشت کرتے ہیں جبکہ خدا نے آپ کے تمام گناہوں کو بخش دیا ہے؟ فرمایا کیا میں خدا کا بندۂ شکر گذار نہ بنوں!
آپ پنجوں کے بل کھڑے رہتے تھے یہاں تک کہ پروردگار نے سورۂ طہٰ نازل فرمایا کہ "ہم نے قرآن اس لئے نہیں نازل کیا ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔
(کافی 2 ص 95/2 روایت ابوبصیر، احتجاج 1 ص 520)

حضرت عائشہ نقل کرتی ہیں:

رسول اکرمؐ راتوں کو اس قدر قیام فرماتے تھے کہ پیر پھٹنے لگتے تھے تو میں نے عرض کی کہ آپ اس قدر زحمت کیوں کرتے ہیں جبکہ خدا نے آپ کے تمام اول و آخر گناہ معاف کردیئے ہیں؟ فرمایا کیا میں بندہ شکر گذار بننا پسند نہ کروں۔

(بخاری 4 ص 1830 / 3557، مسلم 4 ص 2172)

بکر بن عبداللہ نقل کرتے ہیں:

عمر بن الخطاب پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضرت بیمار تھے اور کہنے لگے کہ آپ کس قدر اپنے کو تھکاتے ہیں؟ فرمایا مجھے کون سی چیز مانع ہے کل شب میں تیس سوروں کی تلاوت کی ہے جن میں سور طوال بھی شامل تھے۔

کہنے لگے کہ خدا نے آپ کے تمام گناہوں کو معاف کردیا ہے اس کے بعد بھی اس قدر زحمت کرتے ہیں؟ فرمایا کیا میں خدا کا بندہ شکر گذار نہ بنوں۔

(امالی طوسی (ر) ص 403 / 903)

امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ:

رسول اکرمؐ مستحب نمازیں فرض نمازوں سے دوگنی ادا کیا کرتے تھے۔

(کافی 3 ص 443 / 3، تہذیب 2 ص 4 / 3)

امام علی (ع) سے روایت ہے کہ:

فاطمہ (ع) نے رسول اکرمؐ سے خادمہ کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑی شے بتا سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سوتے وقت 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ، اور، 34 مرتبہ اللہ اکبر (دن بھر کی تمام تھکن دور ہوجائے گی) جس کے بعد میں نے کبھی اس تسبیح کو ترک نہیں کیا۔

ایک شخص نے کہا کہ صفین کی رات بھی؟ فرمایا ہاں صفین کی رات بھی۔
(صحیح بخاری 5 ص 2041/5044، صحیح مسلم 4 ص 2091)

عروہ بن الزبیر سے نقل ہوا ہے کہ:

ہم سب مسجد پیغمبر میں بیٹھے ہوئے اصحاب بدر و بیعت رضوان کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے تو ابن درداء نے کہا کہ کیا میں تم لوگوں کو ایک ایسے شخص کے بارے میں بتاؤں جو ساری قوم میں مال کے اعتبار سے سب سے کمزور، تقویٰ میں سب سے طاقتور اور عبادت میں سب سے زیادہ زحمت کرنے والا تھا، لوگوں نے کہا کہ یہ کون ہے؟ کہا علی (ع) بن ابی طالب۔ (امالی الصدوق (ر) 72/9، روضۃ الواعظین ص 125)

حبّہ عرفی سے نقل ہوا ہے کہ:

میں اور نوف، رحبۃ القصر میں سو رہے تھے کہ اچانک دیکھا امیر المومنین (ع) دیوار پر ہاتھ رکھے رات کے سناٹے میں ان فی خلق السماوات والارض...... کی تلاوت کر رہے ہیں اور اس کے بعد اسی عالم استغراق میں میری طرف رخ کر کے فرمایا کہ حبہ! جاگ رہے ہو یا سو رہے ہو؟

میں نے عرض کی کہ میں تو جاگ رہا ہوں لیکن جب آپ کی بیقراری کا یہ عالم ہے تو ہم گنہگاروں کا کیا حال ہوگا؟ یہ سن کر آپ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا، اور فرمایا کہ حبہ! دیکھو ہمیں بھی پروردگار کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اس سے کسی شخص کے اعمال پوشیدہ نہیں ہیں، وہ ہم سے اور تم سے رگ گردن سے زیادہ قریب تر ہے اور کوئی شے ہمارے اور اس کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد نوف کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟ نوف نے عرض کی یا امیر المومنین (ع)! ویسے تو میں بیدار ہوں لیکن آج کی شب آپ نے بہت

رلایا، فرمایا۔نوف! اگراس شب میں تمھارا گریہ خوف خدا سے تھا توکل روز قیامت تمھاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔

نوف! یادرکھوخوف خدامیں جوایک قطرۂ اشک آنکھوں سے نکل آتا ہے وہ جہنم کی آگ کے دریاؤں کوبجھاسکتا ہے، پروردگار کی نگاہ میں اس سے عظیم ترکوئی انسان نہیں ہے جوروئے توخوف خدامیں روئے اورمحبت یادشمنی کرے تو وہ بھی خدا کے لئے کرے، دیکھو جو خدا کے لئے محبت کرتا ہے وہ اس کی محبت پرکسی محبت کو مقدم نہیں کرتا ہے اور جو خدا کے لئے دشمنی کرتا ہے اس کے دشمن کے لئے کوئی خیرنہیں ہے، اور ایسی ہی محبت اور عداوت سے انسان کاایمان کامل ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضرت نے دونوں افراد کوموعظہ فرمایا اور آخر میں فرمایا کہ اللہ کی طرف سے ہوشیار رہنا کہ میں نے تمھیں ہوشیار کردیا ہے، اس کے بعد یہ مناجات کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے کہ خدایا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ غفلتوں کی حالت میں بھی تیری نگاہ کرم رہتی ہے یاتو منہ پھیر لیتا ہے؟ اور کاش مجھے یہ اندازہ ہوتا کہ اس طویل نینداور قلیل شکر کے بعد بھی تو نعمتیں عطافرمارہا ہے تواب میرا کیا حال ہونے والا ہے۔

اس کے بعداسی عالم میں آپ فریادکرتے رہے یہاں تک طلوع فجر کا وقت آ گیا۔

(فلاح السائل ص266)

ابوصالح سے روایت نقل ہوئی ہے کہ:

ضرار بن ضمرہ کنانی معاویہ کے دربار میں وارد ہوئے تواس نے کہا کہ ذرا علی (ع) کے اوصافت توبیان کرو؟ ضرار نے کہا مسلمانوں کے امیر! مجھے معاف کردے تو بہتر ہے، معاویہ نے کہاہرگزنہیں!

ضرار نے کہا کہ اگر بیان ضروری ہے توسن! خدا گواہ ہے کہ میں نے بعض اوقات

اندھیری رات میں جب ستارے ڈوب چکے تھے یہ دیکھا ہے کہ علی (ع) محراب عبادت میں داڑھی پر ہاتھ رکھے ہوئے یوں تڑپ رہے تھے جس طرح مارگزیدہ تڑپتا ہے اور بیقراری کے ساتھ گریہ کررہے تھے۔

ایسا لگتا ہے کہ میں اس وقت بھی یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ وہ پروردگار کو رو رو کر پکار رہے ہیں اور پھر دنیا کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں ......اے دنیا! تیرا رخ میری طرف کیوں ہوگیا ہے، افسوس کہ تو بلا وجہ زحمت کررہی ہے، جا کسی اور کو دھوکہ دینا، میں تجھے تین بار ٹھکرا چکا ہوں تیری عمر بہت مختصر ہے اور تیری منزل بہت حقیر ہے اور تیرا خطرہ بہت عظیم ہے، آہ، آہ! زادسفر کس قدر کم ہے اور سفر کس قدر طولانی ہے اور راستہ بھی کس قدر وحشتناک ہے۔

یہ سن کر معاویہ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوگئے اور اس نے آستینوں سے آنسوؤں کو پونچھنا شروع کردیا اور سارے دربار پر گریہ طاری ہوگیا اور معاویہ نے کہا کہ یقینا ابوالحسن (ع) ایسے ہی تھے۔

ضرار اب علی (ع) کے بعد تمھارا کیا حال ہے! ضرار نے کہا کہ جیسے کسی ماں کا بچہ اس کی گود میں ذبح کردیا جائے کہ نہ اس کے آنسو رک سکتے ہیں اور نہ اس کے دل کو سکون مل سکتا ہے، یہ کہہ کر اٹھے اور باہر نکل گئے۔

(حلیۃ الاولیاء 1 ص 84، الصواعق المحرقہ ص 131، مروج الذہب 2 ص 433،، نہج البلاغہ حکمت: 77)

امام حسن (ع) فرماتے ہیں کہ:

میں نے اپنی مادر گرامی کو دیکھا ہے کہ شب جمعہ محراب عبادت میں مصروف رکوع وسجود رہیں یہاں تک کہ فجر طالع ہوگئی اور یہ سنا کہ آپ مسلسل مومنین اور مومنات کے حق میں نام بنام دعا کرتی رہیں اور ایک حرف دعا بھی اپنے حق میں نہیں کہا۔

میں نے عرض کی کہ مادر گرامی! آپ دوسروں کے حق میں دعا کرتی ہیں، اپنے واسطے کیوں دعا

نہیں کرتی ہیں؟ فرمایا بیٹا، پہلے ہمسایہ اس کے بعد اپنا گھر۔(دلائل الامامۃ 152/ 65علل الشرائع 181/ 1)

حسن بصری نے نقل کیا ہے کہ:

اس امت میں فاطمہ زہراؑ سے زیادہ عبادت گذار کوئی نہیں گذرا ہے، وہ رات بھر مصلیٰ پر کھڑی رہتی تھیں یہاں تک کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا۔

(مناقب ابن شہرآشوب 3 ص 341، ربیع الابرار 2 ص 104)

عبداللہ بن زبیر نے شہادت امام حسین (ع) کی خبر سن کر یہ کلمات زبان پر جاری کئے:

خدا کی قسم تم نے اسے مارا ہے جو راتوں کو اکثر قیام کیا کرتا تھا اور دنوں میں اکثر روزے رکھا کرتا تھا۔ (تاریخ طبری 5 ص 375، مقتل ابومخنف ص 247)

امام زین العابدین (ع) سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے والد محترم کی اولاد اس قدر کم کیوں ہے؟

فرمایا مجھے تو اتنی اولاد پر بھی تعجب ہے کہ رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے تو انھیں گھر والوں کے ساتھ رہنے کا موقع کب ملتا تھا۔

(تاریخ یعقوبی 2 ص 247، العقد الفرید 2 ص 243)

امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ:

حضرت علی (ع) بن الحسین (ع) عبادات میں بے حد زحمت برداشت کیا کرتے تھے، دنوں میں روزہ رکھتے تھے اور راتوں میں نمازیں پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ بیمار ہوگئے تو میں نے عرض کی بابا! کب تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا؟ فرمایا میں اپنے پروردگار سے قربت چاہتا ہوں شائد وہ اس طرح اپنی بارگاہ میں جگہ دیدے۔

(مناقب ابن شہرآشوب 4 ص 155 روایت معتبر)

امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ:

حضرت علی بن الحسین (ع) جب حضرت علی (ع) کی کتاب کا مطالعہ فرماتے تھے اور ان کی عبادتوں کا ذکر دیکھتے تھے تو فرماتے تھے کہ اس قدر عمل کون کرسکتا ہے، یہ کس کے بس کی بات ہے، اس کے بعد پھر عمل شروع کردیتے تھے، مصلّیٰ پر نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور واضح طور پر اثرات ظاہر ہونے لگتے تھے اور امیر المومنین (ع) جیسی عبادت ان کے گھرانہ میں بھی حضرت علی بن الحسین (ع) کے علاوہ کوئی نہیں کرسکا۔

(کافی 8 ص 163/ 172)

عمرو بن عبداللہ بن ہندا الجملی امام محمد (ع) باقر سے رایت کرتے ہیں کہ:

جب جناب فاطمہ بنت علی (ع) نے اپنے بھتیجے زین العابدین (ع) کو اس شدت اور کثرت سے عبادت کرتے دیکھا تو جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس آئیں اور فرمایا کہ تم صحابی رسول ہو، ہمارے تمھارے اوپر حقوق ہیں اور ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کو زحمت و مشقت سے ہلاکت ہوتے دیکھو تو اس کی زندگی کا بندوبست کرو، دیکھو یہ علی بن الحسین (ع) جو اپنے باپ کی تنہا یادگار ہیں، اس قدر عبادت کررہے ہیں کہ پیشانی، ہتھیلی اور گھٹنوں پر گھٹے پڑ گئے ہیں اور اس کے بعد بھی مسلسل نمازیں پڑھتے چلے جارہے ہیں؟

جابر بن عبداللہ یہ سن کر امام زین العابدین (ع) کے دروازہ پر آئے اور وہاں امام باقر (ع) کو بنیٔ ہاشم کے نوجوانوں کے ساتھ دیکھا، جابر نے انھیں آگے بڑھتے دیکھا تو کہا کہ واللہ یہ بالکل رسول اکرم کی رفتار ہے۔ اور پوچھا کہ فرزند آپ کون ہیں؟

فرمایا میں محمد! بن علی بن الحسین (ع) ہوں! یہ سن کر جابر رونے لگے اور کہا کہ واللہ آپ ہی علوم کی باریکیاں ظاہر کرنے والے باقر (ع) ہیں، ذرا میرے قریب آیئے میرے ماں باپ آپ پر قربان! حضرت آگے بڑھے، جابر نے بند پیراہن کھولے، سینہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر سینہ مبارک کو بوسہ دیا اور اپنا رخسار اور چہرہ جسم مبارک سے مس کیا اور کہا کہ میں آپ کو آپ

کے جد رسول اکرمؐ کا سلام پہنچا رہا ہوں اور میں نے وہی سب کچھ کیا ہے جس کا حضرتؐ نے مجھے حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم اس دنیا میں اس وقت تک زندہ رہو گے کہ میرے ایک فرزند محمد باقرؑ سے ملاقات کرو گے جو علمی موشگافیاں کرنے والا ہوگا......اور دیکھو تم نابینا ہو جاؤ گے تو وہ تمھاری بصارت کا انتظام کر دے گا۔

یہ کہہ کر امام سجاد(ع) کی خدمت میں حاضری کی درخواست کی، آپ گھر کے اندر گئے اور بابا کو اطلاع دی کہ ایک بزرگ دروازہ پر ہیں اور انھوں نے میرے ساتھ اس اندازہ کا برتاؤ کیا ہے، فرمایا فرزند یہ جابر بن عبداللہ ہیں اور یہ سارے اعمال کیا انھوں نے خاندان کے بچوں کے سامنے انجام دیئے ہیں اور یہ ساری باتیں سب کے سامنے کی ہیں......؟ عرض کی جی ہاں......فرمایا انا للہ......انھوں نے کوئی برا قصد نہیں کیا لیکن تمھاری زندگی کو خطرہ میں ڈال دیا۔

اس کے بعد جابر کو داخلہ کی اجازت دیدی اور جب جابر گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ محراب عبادت میں ہیں اور جسم انتہائی لاغر ہو چکا ہے آپ نے اٹھ کر نحیف آواز میں جابر سے خیریت دریافت کی اور اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

جابر نے گزارش شروع کی، فرزند رسول! کیا آپ کو نہیں معلوم ہے کہ پروردگار نے جنت کو آپ ہی حضرات کے لئے خلق کیا ہے اور جہنم کو آپ کے دشمنوں ہی کے لئے بنایا ہے تو آخر اس قدر زحمت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

فرمایا اے صحابی رسول! کیا آپ کو نہیں معلوم ہے کہ پروردگار نے میرے جد رسول اکرمؐ کے جملہ محاسبات کو بخش دیا تھا لیکن اس کے بعد بھی انھوں نے عبادت کی مشقت کو نظر انداز نہیں کیا اور اس قدر عبادت کی کہ پیروں پر ورم آگیا اور جب ان سے یہی گزارش کی گئی کہ آپ کو عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ تو فرمایا کہ کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟

جابر نے جب یہ دیکھا کہ حضرت زین العابدین (ع) پر میری بات کا اثر ہونے والا نہیں ہے اور وہ عبادات میں تخفیف کرنے والے نہیں ہیں تو عرض کی کہ فرزند رسول! اپنی زندگی کا خیال رکھیں کہ آپ حضرات کے ذریعہ امت کی بلائیں دفع ہوتی ہے، مصیبتوں سے نجات ملتی ہے آسمان سے بارش ہوتی ہے؟

فرمایا، جابر! میں اس وقت تک اپنے اب وجد کے راستہ پر گامزن رہوں گا جب تک مالک کی بارگاہ میں نہ پہنچ جاؤں! جابر نے حاضرین کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اولاد انبیاء میں یوسف بن یعقوب کے علاوہ علی بن الحسین (ع) جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا ہے لیکن خدا گواہ ہے کہ علی بن الحسین (ع) کی ذریت یوسف کی ذریت سے کہیں زیادہ بہتر ہے، بلکہ ان میں تو ایک وہ بھی ہوگا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا ہے۔(امالی طوسی (ر) ص236/1314، مناقب ابن شہر آشوب 4 ص148)

امام (ع) صادق سے روایت ہے:

میرے پدر بزرگوار تاریکی شب میں نمازیں پڑھتے پڑھتے جب سجدہ میں طول دیتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے نیند آ گئی ہو۔(قرب الاسناد 5 ص15)

امام صادق (ع) فرماتے ہیں:

میں پدر بزرگوار کے لئے بستر بچھا کر انتظار کیا کرتا تھا اور جب وہ آرام فرما لیتے تھے تو میں اپنے بستر پر جاتا تھا، ایک شب میں انتظار کرتا رہا اور جب دیر ہوگئی تو آپ کی تلاش میں مسجد کی طرف گیا، دیکھا کہ آپ تنہا مسجد میں سجدۂ پروردگار میں پڑے ہیں اور نہایت کرب کے عالم میں مناجات کر رہے ہیں "خدایا تو مالک بے نیاز ہے اور یقیناً میرا پروردگار ہے، میں نے یہ سجدہ تیری بندگی اور عبودیت کے اقرار کے لئے کیا ہے، خدایا میرا عمل بہت کمزور ہے اب تو ہی اسے مضاعف کر دے، خدایا اس دن کے عذاب سے محفوظ رکھنا جس دن تمام

بندوں کو قبروں سے نکالا جائیگا اور میری توبہ کو قبول کرلینا کہ توبہ کا قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔ (کافی 3 ص 333 / 9 از اسحاق بن عمار)

امام صادق (ع) فرماتے ہیں:

میرے والد بزرگوار بہت زیادہ ذکر خدا کیا کرتے تھے اور میں جب بھی ان کے ساتھ چلتا تھا یا کھانا کھاتا تھا تو انھیں ذکر خدا کرتے ہی دیکھتا تھا، حد یہ ہے کہ لوگوں سے گفتگو بھی آپ کو ذکر خدا سے غافل نہیں بنا سکتی تھی، میں اکثر اوقات دیکھتا تھا کہ زبان تالو سے چپک جاتی تھی اور لا الہ الا اللہ کہتے رہتے تھے، ہم سب کو جمع کر کے طلوع آفتاب تک ذکر خدا کا حکم دیا کرتے تھے اور جو قرآن پڑھ سکتا تھا اسے تلاوت کا حکم دیتے تھے ورنہ ذکر خدا کا امر فرمایا کرتے تھے۔ (کافی 2 ص 499 / 1 از ابن القداح)

یحیٰ العلوی نے نقل کیا ہے کہ:

حضرت موسیٰ بن جعفر (ع) کو ان کی کثرت عبادت کی بنا پر عبد صالح کہا جاتا تھا اور ہمارے بعض اصحاب کا بیان ہے کہ انھوں نے مسجد پیغمبر میں جا کر اول شب میں سجدہ شروع کیا اور اس میں یہ مناجات شروع کی کہ خدایا تیرے بندے کا گناہ عظیم ہے تو تیری معافی کو بھی عظیم ہونا چاہیئے۔ اے صاحب تقویٰ، اے صاحب مغفرت! اور اس طرح صبح تک دہراتے رہے۔ (تاریخ بغداد 13 ص 27)

حفص نے نقل کیا ہے:

میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر (ع) سے زیادہ نہ خدا کا خوف رکھنے والا دیکھا ہے اور نہ اس کی رحمت کا امیدوار دیکھا ہے، آپ کی تلاوت کا انداز بھی حیرت والا ہوتا تھا اور اس طرح پڑھتے تھے جیسے کسی سے باتیں کر رہے ہو۔ (کافی 2 ص 606 / 10)

ثوبانی نے نقل کیا ہے:

حضرت موسیٰ ابن جعفر (ع) چند سال تک اسی انداز سے عبادت کرتے رہے کہ طلوع آفتاب سے زوال تک سجدہ ہی میں رہا کرتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی...... بلندی پر جا کر قید خانہ میں روشندان سے دیکھتا تھا تو آپ کو سجدہ میں پاتا تھا اور پوچھتا تھا کہ اے ربیع (داروغہ زندان) یہ کپڑا کیسا پڑا ہے؟ تو وہ کہتا تھا کہ امیر المومنین! یہ کپڑا نہیں ہے، یہ موسیٰ بن جعفر (ع) ہیں جو روزانہ طلوع آفتاب سے زوال تک سجدہ معبود میں پڑے رہتے ہیں۔

ہارون کہتا کہ بیشک یہ بنیٔ ہاشم کے راہبوں میں سے ہیں تو میں کہتا کہ پھر آپ نے انھیں اس تنگی زندان میں کیوں رکھا ہے؟ تو کہتا کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ (عیون اخبار الرضا (ع) 1 ص 95، مناقب ابن شہر آشوب 4 ص 318)

عبدالسلام بن صالح الہردی راوی ہے کہ:

میں مقام سرخس میں اس گھر تک پہنچا جہاں امام رضا (ع) کو قید رکھا گیا تھا اور میں نے نگرانِ زنداں سے ملاقات کی اجازت چاہی تو اس نے کہا کہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔

میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ یہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور صرف ایک ساعت ابتدائے روز میں اور وقت زوال اور نزدیک غروب نماز روک دیتے ہیں لیکن مصلیٰ پر بیٹھ کر ذکر خدا کرتے رہتے ہیں۔ (عیون اخبار الرضا (ع) 2 ص 183 / 6)

۳) اہل بیتؑ کی نماز و عبادت

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کے اندر رکھی گئی ہے۔ (تاریخ بغداد 12 ص 372)

عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل ہوا ہے:

رسول اکرمؐ تمام ذکر کرنے والوں میں نمایاں ذکر کرنے والے تھے اور تمام نمازیوں

میں سب سے زیادہ نماز ادا کرنے والے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء 7 ص 112، تاریخ بغداد 10/94)

فضالہ بن عبید سے روایت ہے:

رسول اکرمؐ جب کسی منزل پر وارد ہوتے تھے یا گھر میں داخل ہوتے تھے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء 5 ص 148)

حضرت عائشہ سے نقل ہوا ہے: رسول اکرمؐ ہمارے ساتھ مصروف گفتگو رہتے تھے لیکن جیسے ہی نماز کا وقت آجاتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم میں کوئی جان پہچان ہی نہیں ہے۔

(عدۃ الداعی ص 139، عوالی اللئالی 1 ص 324/61)

مطرّف بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور شدت خوف خدا سے اس طرح لرز رہے تھے جیسے پتیلی میں پانی کھول رہا ہو۔

(عیون اخبار الرضا (ع) 2 ص 299، خصال ص 283)

جعفر بن علی القمی، کتاب زہد النبی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضور اکرمؐ جب نماز کے لئے آمادہ ہوتے تھے تو اس طرح ساکت و ساکن نظر آتے تھے جیسے کوئی کپڑا زمین پر پڑا ہو۔ (فلاح السائل ص 161)

جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں:

رسول اکرمؐ کھانے یا کسی دوسرے کام کے لئے نماز میں ہرگز تاخیر نہیں فرماتے تھے۔

(السنن الکبریٰ 3 ص 105/5043)

امام صادق (ع) سے روایت ہے:

رسول اکرمؐ غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب پر کسی کام کو مقدم نہیں فرماتے تھے۔

(علل الشرائع ص 350/5 تنبیہ الخواطر 2 ص 78)

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر نقل کرتے ہیں:

میں نے اور عمران بن حصین نے کوفہ میں حضرت علی (ع) کے ساتھ نماز پڑھی تو انھوں نے رکوع و سجود کے موقع پر اس انداز سے تکبیر کہی کہ مجھ سے عمران نے کہا کہ میں نے اس نماز سے زیادہ کوئی نماز رسول اکرمؐ کی نماز سے مشابہ نہیں دیکھی ہے۔

(مسند ابن حنبل 7 ص 200/19881)

امام علی (ع) میدان صفین میں مسلسل جہاد فرمارہے تھے اور آپ کی نگاہیں بطرف آفتاب تھیں، ابن عباس نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ وقت نماز دیکھ رہا ہوں تا کہ اول زوال نماز ادا کرلوں!

ابن عباس نے کہا کہ کیا یہ وقت نماز ہے جب کے گھمسان کا رن پڑ رہا ہے؟ فرمایا کہ ہم کس چیز کے لئے جہاد کر رہے ہیں؟ ہمارا جہاد ہے ہی نماز کیلئے۔ (ارشاد القلوب ص 217)

امام صادق (ع) بیان فرماتے ہیں:

امام علی (ع) جب رکوع فرماتے تھے تو اس قدر پسینہ جاری ہوتا تھا کہ زمین تر ہو جاتی تھی۔ (فلاح السائل ص 109 از ابی الصباح)

روایت میں وارد ہوا ہے کہ:

امام علی (ع) پر جب وقت نماز آتا تھا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کانپنے لگتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس امانت کو ادا کرنے کا وقت آ گیا جسے زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا تو اس کا بوجھ نہ اٹھا سکے اور انسان نے اٹھالیا۔ اب خدا جانے میں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے یا نہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب 2 ص 124)

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

میری بیٹی فاطمہؑ جب محراب عبادت میں خدا کے سامنے کھڑی ہوتی ہے تو اس کا نور

ملائکہ آسمان کے سامنے اسی طرح جلوہ گر ہوتا ہے جس طرح ستاروں کا نور اہل زمین کے لئے، اور پروردگار ملائکہ سے فرماتا ہے کہ دیکھو یہ میری کنیز فاطمہ (ع) میری تمام کنیزوں کی سردار میرے سامنے کھڑی ہے اور اس کا بدن کانپ رہا ہے اور وہ دل و جان سے میری عبادت کی طرف متوجہ ہے۔ (امالی صدوق (ر) ص100 / 2، الفضائل ابن شاذان ص8)

امام زین العابدین (ع) بیان فرماتے ہیں:

امام حسن بن علی (ع) اپنے دور میں سب سے زیادہ عابد، زاہد اور افضل تھے، پیادہ حج فرماتے تھے بلکہ بعض اوقات ننگے پیر چلتے تھے، جب موت کو یاد کرتے تھے یا قبر کا ذکر کرتے تھے، یا میدان حشر کا ذکر کرتے تھے، یا صراط پر گذرنے کا ذکر کرتے تھے یا خدا کی بارگاہ میں حاضری کا ذکر کرتے تھے تو اس قدر روتے تھے کہ بیہوش ہو جاتے تھے اور جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایک ایک جوڑ کانپنے لگتا تھا اور جنت و جہنم کا ذکر کرتے تھے اور جہنم سے پناہ مانگتے تھے کتاب خدا میں جب بھی "یا ایہا الذین امنوا" کی تلاوت کرتے تھے تو کہتے تھے "لبیک اللھم لبیک" اور ہر حال میں ہمیشہ ذکر خدا میں مصروف نظر آتے تھے۔

(امالی الصدوق (ر) 150 / 8، فلاح السائل ص268، عدۃ الداعی ص123 روایت مفضل عن الصادق ؑ)

امام زین العابدین (ع) سے روایت ہے کہ:

امام حسن (ع) نماز پڑھ رہے تھے، ایک شخص آپ کے سامنے سے گذر گیا تو بعض لوگوں نے اسے ٹوک دیا، نماز تمام کرنے کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ تم نے کیوں ٹوکا؟ اس نے کہا کہ یہ آپ کے اور محراب کے درمیان حائل ہو گیا تھا، فرمایا افسوس ہے تیرے حال پر بھلا میرے اور خدا کے درمیان کوئی حائل ہو سکتا ہے جو رگ گردن سے زیادہ قریب ہے۔ (التوحید ص184 / 22 از منیف عن الصادق ؑ)

امام حسین (ع) جب وضو کرتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور جوڑ بند

کانپنے لگتے تھے، کسی نے دریافت کیا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ جو شخص خدائے جبار کے سامنے کھڑا ہو اس کا حق ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو جائے اور اس کے جوڑ بند کانپنے لگیں۔ (جامع الاخبار ص 166 / 397، مناقب ابن شہر آشوب 4 ص 14)

امام باقر (ع) بیان فرماتے ہیں:

میرے پدر بزرگوار امام علی (ع) بن الحسین (ع) جب وقت نماز آتا تھا تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور چہرہ کے رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جوڑ بند کانپنے لگتے تھے، آنسوؤں کا ایک سیلاب امڈ آتا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر بندے کو معلوم ہو جائے کہ کس سے راز و نیاز کر رہا ہے تو کبھی مصلیٰ سے الگ نہ ہو۔ (مقتل الحسین (ع) خوارزمی 2 ص 24)

امام صادق (ع) روایت کرتے ہیں:

امام زین العابدین (ع) جب وضو فرماتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا، پوچھا گیا کہ آپ کا کیا عالم ہو جاتا ہے؟ فرمایا تمھیں کیا خبر کہ میں کس کے سامنے کھڑے ہونے کی تیاری کر رہا ہوں۔ (اعلام الوریٰ ص 255، ارشاد 2 ص 143)

ابان بن تغلب کہتے ہیں:

میں نے امام صادق (ع) سے عرض کیا کہ امام سجاد (ع) کو دیکھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے آخر اس کا راز کیا تھا؟ فرمایا انھیں معلوم تھا کہ کس کی بارگاہ میں کھڑے ہیں۔

ابوایول کہتے ہیں:

امام باقر (ع) اور امام صادق (ع) جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ان کے چہرہ کا رنگ کبھی سرخ اور کبھی زرد ہو جاتا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ کوئی سامنے ہے جس سے راز و نیاز کر رہے ہیں۔ (فلاح السائل ص 161، دعائم الاسلام 1 ص 159)

امام صادق (ع) بیان فرماتے ہیں:

امام باقر (ع) نماز پڑھ رہے تھے تو آپ کے سر پر کوئی شے گر پڑی اور آپ نے اس کو الگ نہیں کیا یہاں تک کہ خود جعفر نے اسے جدا کر دیا کہ آپ اس حرکت کو تعظیم پروردگار کے خلاف سمجھتے تھے کہ اس نے حکم دیا ہے کہ اپنے رخ کو خدا کی طرف رکھو اور سب سے کترا کر رکھو۔ (الاصول الستہ عشر جعفر بن محمد الحضرمی ص 70)

امام صادق (ع) بیان فرماتے ہیں:

حضرت امام باقر (ع) تلاوت کر رہے تھے کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی، جب بیدار ہوئے تو دریافت کیا گیا کہ آخر یہ کیا ماجرا تھا؟ فرمایا میں آیات الٰہی کی تکرار کر رہا تھا کہ اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے مالک مجھ سے ہمکلام ہے اور پھر اس وقت بشریت جلال الٰہی کے مکاشفہ کی تاب نہ لا سکی۔ (فلاح السائل ص 107)

۴) اہلبیتؑ کی نماز شب

امام باقر (ع) و امام صادق (ع)

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ رات کو تین مرتبہ اٹھ کر آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور آخر میں سورۂ آل عمران کی پانچ آیات

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (۱۹۰) الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱) رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ (۱۹۲) رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ

عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ (۱۹۳) رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ (۱۹۴)

تک پڑھ کر نماز شب شروع فرماتے تھے (مجمع البیان 9 ص 257)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں:

رسول اکرمؐ نماز شب کو ترک نہیں فرماتے تھے اور جب مریض یا خستہ حال ہوتے تھے تو بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ (سنن ابی داؤد 2 ص 32 / 1307، مسند احمد بن حنبل 10 ص 98 / 26174)

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ:

رسول اکرمؐ نماز شب کو یاد کرتے تھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ

(رات کو) ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(سورہ سجدہ آیہ 16) (حلیۃ الاولیاء 5 ص 87، تفسیر طبری 21 ص 103)

عبداللہ بن عباس نقل کرتے ہیں:

میں ایک شب پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں تھا تو دیکھا کہ جب نیند سے بیدار ہوئے تو عبادت فرمائی، مسواک فرمائی سورۂ آل عمران کی آیت: 190 کی تلاوت فرمائی اور پھر وضو کر کے مصلیٰ پر آ کر دو رکعت نماز ادا کی اور پھر بستر پر آ گئے، تھوڑی دیر کے بعد بیدار ہوئے اور پھر یہی عمل کیا اور پھر لیٹ گئے اور پھر بیدار ہو کر یہی عمل کیا، یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا۔ (سنن ابی داود 1 ص 15 / 58، مسند احمد بن حنبل 1 ص 798 / 3541)

امام صادق (ع) پیغمبر اسلام کی نمازوں کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

پانی آپ کے سرہانے رکھا رہتا ہے اور مسواک بھی حاضر رہتی تھی، تھوڑی دیر سو کر اٹھتے تھے۔ آسمان کو دیکھ کر سورۂ آل عمران آیت 190 کی تلاوت فرماتے تھے اور وضو کر کے مصلیٰ پر آجاتے تھے اور چہار رکعت نماز اس طرح ادا کرتے تھے کہ رکوع کرتے تھے تو لوگ سوچتے تھے کہ یہ کب سر اٹھائیں گے اور سجدہ کرتے تھے تو جیسے اب سر نہیں اٹھائیں گے، پھر بستر پر آکر لیٹ جاتے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر دوبارہ یہی عمل انجام دیتے تھے اور پھر سو جاتے تھے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر دو رکعت نماز ادا کرتے تھے اور پھر نماز صبح کے لئے نکل جاتے تھے۔ (تہذیب 2/334/1377)

امام علی (ع) فرماتے ہیں:

میں نے جب سے سرکار دو عالم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ نماز شب ایک نور ہے کبھی نماز شب ترک نہیں کی ہے یہ سن کر ابن الکواء نے کہا کہ کیا صفین میں لیلۃ الہریر بھی؟ فرمایا ہاں لیلۃ الہریر بھی۔ (مناقب ابن شہر آشوب 2 ص 123)

امام زین العابدین (ع) نماز شب میں وتر میں تین سو مرتبہ العفو العفو کہا کرتے تھے۔۔

(من لایحضرہ الفقیہ 1 ص 489/1408)

ابراہیم بن العباس بیان کرتے ہیں:

امام رضا (ع) راتوں کو بہت کم آرام فرماتے تھے اور زیادہ حصہ بیدار رہا کرتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا (ع) ص 184/7، اعلام الوریٰ ص 314)

روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام علی نقی (ع) رات کے وقت ہمیشہ رو بقبلہ رہتے تھے، ایک ساعت بھی آرام نہیں کرتے تھے جبکہ آپ کا جبہ اون کا تھا اور مصلیٰ چٹائی کا۔

(الخرائج والجرائح 2 ص 901)

۵) اہلبیتؑ کا روزہ

حماد بن عثمان نے امام صادق (ع) سے نقل کیا ہے کہ:

رسول اکرمؐ نے روزہ شروع کیا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اب روزہ ہی رکھتے رہیں گے اور اس کے بعد جب افطار کیا تو افطار کے بارے میں یہی کہنے لگے یہانتک کہ آپ نے صوم داؤد شروع کر دیا کہ ایک روز روزہ رکھتے تھے اور ایک روز افطار کرتے تھے، اس کے بعد آخر حیات میں مہینہ میں تین روز کی پابندی فرماتے رہے تین روزے ایک ماہ کے برابر ہیں اور ان سے وسوسہ نفس کا علاج ہوتا ہے۔

حماد نے عرض کی کہ حضور یہ تین دن کونسے ہیں؟ فرمایا مہینہ کی پہلی جمعرات، دوسرے عشرہ کا پہلا بدھ اور مہینہ کی آخری جمعرات۔

دوبارہ سوال کیا کہ ان ایام میں کیا خصوصیت ہے؟ فرمایا کہ گذشتہ امتوں میں انھیں دنوں میں عذاب نازل ہوا تھا تو آپ اس عذاب کے خوف سے روزہ رکھتے تھے کہ یہ امت محفوظ رہے۔ (کافی 4 ص 89/1، الفقیہ 2 ص 82/1786)

ابوسلمہ سے روایت ہے کہ:

میں نے عائشہ سے رسول اکرمؐ کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ حضرت اس قدر روزے رکھتے تھے کہ لگتا تھا اب افطار نہ کریں گے اور پھر افطار کرتے تھے تو اس طرح جیسے روزہ نہ رکھیں گے اور سب سے زیادہ روزے ماہ شعبان میں رکھتے تھے بلکہ تقریباً پورا ماہ شعبان، بلکہ حقیقتاً پورا ماہ شعبان۔

(مسند ابن حنبل 9 ص 474/، 25373، صحیح مسلم 2 ص 810/1156)

امام علی (ع) فرماتے ہیں:

مجھے گرمیوں کے روزے زیادہ محبوب ہیں۔ (مستدرک الوسائل، ص 505/8758)

امام صادق (ع) بیان فرماتے ہیں:

امیر المومنین (ع) گھر میں آ کر سوال فرماتے تھے کہ کھانے کا کوئی سامان ہے یا نہیں۔ اگر کوئی چیز ہوتی تھی تو کھا لیتے تھے ورنہ یونہی روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔

(تہذیب 4 ص 188 / 531، عوالی اللئالی 3 ص 135 / 15)

امام صادق (ع) سے روایت ہے:

امام زین العابدین (ع) جب روزہ رکھتے تھے تو ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت پکواتے تھے اور وقت افطار صرف اس کی خوشبو سونگھ کر سارا گوشت مختلف غریب گھرانوں میں تقسیم کرا دیا کرتے تھے اور خود روٹی اور کھجور کھا لیا کرتے تھے خدا ان پر اور ان کے آباء طاہرین (ع) پر رحمتیں نازل کرے۔

(کافی 4 ص 68 / 3، المحاسن 2 ص 158 / 1432)

ابراہیم بن عباس سے نقل ہوا ہے کہ:

امام رضا (ع) اکثر ایام میں روزے سے رہا کرتے تھے، خصوصیت کے ساتھ مہینہ میں تین دن کے روزے کبھی ترک نہیں فرماتے تھے اور اسی کو سارے سال کا روزہ قرار دیتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا (ع) 2 ص 184 / 7، اعلام الوریٰ ص 314)

علی بن ابی حمزہ میں نے امام علی بن الحسین (ع) کی کنیز سے آپ کے انتقال کے بعد دریافت کیا کہ حضرت کے روزمرہ کے بارے میں بیان کرو تو انھوں نے کہا کہ مفصل یا مختصر؟ میں نے کہا مختصر!! انھوں نے کہا کہ میں نے دن میں کبھی آپ کے سامنے کھانا پیش نہیں کیا اور نہ رات میں کبھی بستر بچھایا ہے۔ (علل الشرائع ص 232 / 9، خصال ص 518 / 14)

۶) اہلبیتؑ کا حج

عبداللہ بن عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: امام حسن بن علی (ع) نے 25 حج پیدل ادا فرمائے ہیں جبکہ ناقے آپ کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔

(تہذیب 5 ص 11 / 29، استبصار 2 ص 141 /)(261)

مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں:

امام حسین (ع) نے پیدل 25 حج فرمائے ہیں۔(المعجم الکبیر 2 ص 115 / 2844)

امام حسین (ع) کو دیکھا گیا کہ طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم (ع) پر دو رکعت نماز ادا کی اور پھر مقام ابراہیم (ع) پر رخسار رکھ کر رونا شروع کیا اور برابر اس کلمہ کی تکرار فرمارہے تھے یا اللہ! تیرا سائل تیرے دروازہ پر ہے، تیرا مسکین تیرے دروازہ پر ہے، تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے۔(ربیع الابرار 2 ص 149)

امام باقر (ع) اپنے بابا کے بارے میں فرماتے ہیں:

حضرت علی بن الحسین (ع) کے پاس ایک ناقہ تھا جس پر آپ نے 23 مرتبہ سفر حج کیا لیکن ایک تازیانہ بھی نہیں مارا یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو ہمیں خبر بھی نہیں ہوئی کہ ناقہ پر کیا اثر ہوا کہ نوکر نے آکر خبر دی کہ وہ قبر پر بیٹھی ہوئی اپنے سینہ کو رگڑ رہی ہے اور فریاد کر رہی ہے، اور ناقہ قبر تک اس عالم میں پہنچ گئی کہ اس نے کبھی قبر کو دیکھا بھی نہیں تھا۔

میں نے کہا اسے میرے پاس لے آؤ قبل اس کے لوگوں کو اس امر کی اطلاع ہو۔

سفیان بن عیینیہ بیان کرتے ہیں:

امام علی بن الحسین (ع) نے حج فرمایا تو جب احرام باندھ چکے اور ناقہ پر سوار ہوئے تو چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور جسم کانپنے لگا یہاں تک کہ لبیک کہنا دشوار ہو گیا، لوگوں نے عرض کی

حضور لبیک کیوں نہیں کہتے ہیں فرمایا کہ ڈرتا ہوں کہ میں لبیک کہوں اور ادھر سے آواز آئے مجھے قبول نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا کہ حضور یہ تو ضروری ہے آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہے، اس کے بعد جیسے ہی لبیک کہا بیہوش ہوگئے اور ناقہ سے گر پڑے اور یہی کیفیت آخر حج تک برقرار رہی۔

(تاریخ دمشق حالات امام زین العابدین (ع)40 ص63، کفایۃ الطالب ص450)

امام محمد باقر (ع) کا غلام کہتا ہے:

میں حضرت کے ساتھ حج کے لئے نکلا تو آپ جب مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کو دیکھا تو گریہ کرنا شروع کر دیا، میں نے عرض کی حضور لوگوں کی نظریں آپ پر ہیں، ذرا آواز کم کریں، آپ نے مزید رونا شروع کر دیا اور فرمایا افسوس! میں کس طرح نہ روؤں جبکہ خیال ہے کہ شاہد مالک اس گریہ پر رحم فرمادے تو میں کامیاب ہوجاؤں۔

اس کے بعد آپ نے طواف کیا، نماز طواف ادا کی اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو تمام سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔ (تذکرۃ الخواص ص339، نور الابصار ص158)

قاسم بن حسین نیشاپوری کہتے ہیں:

میں نے امام باقر (ع) کو دیکھا کہ آپ نے میدان عرفات میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اسی طرح اٹھائے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی، اور میں نے آپ سے زیادہ اس طرح کے اعمال پر قدرت رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا ہے۔ (اقبال الاعمال 2 ص73)

مالک بن انس کہتے ہیں:

میں جب بھی امام صادق (ع) کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا آپ میرا احترام فرماتے تھے اور مجھے مسند عطاء فرمادیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، میں اس

بات سے خوش ہوکر شکر خدا ادا کیا کرتا تھا۔

میں دیکھتا تھا کہ حضرت یا روزہ سے رہتے تھے یا نمازیں پڑھتے رہتے تھے یا ذکر خدا کرتے رہتے تھے، آپ اپنے دور کے عظیم ترین عابد اور بلند ترین زاہد تھے، مسلسل حدیثیں بیان کرتے تھے، بہترین اخلاق کے مالک تھے اور بہت منفعت بخش شخصیت کے مالک تھے، اور جب رسول اکرمؐ کا کوئی قول نقل کرتے تھے تو نام لیتے ہی چہرہ کا رنگ اس طرح سبز و زرد ہوجاتا تھا کہ پہچاننا مشکل ہوجاتا تھا۔

ایک سال میں نے حضرت کے ساتھ حج کیا تو احرام کے موقع پر جب ناقہ پر سوار ہوئے اور تلبیہ کا ارادہ کیا تو آواز گلوگیر ہوگئی اور قریب تھا کہ ناقہ سے گر جائیں، میں نے عرض کی کہ فرزند رسول! تلبیہ تو ضروری ہے۔ فرمایا: یابن عامر! کیسے جسارت کروں کہ میں لبیک کہوں اور یہ خوف ہے کہ وہ اسے رد کردے۔

(خصال ص 167 / 219، علل الشرائع ص 235، امالی الصدوق (ر) 123 / 3)

علی بن مہزیار بیان کرتے ہیں:

میں نے امام ابوجعفر ثانی (امام محمد تقی) (ع) کو 225ھ میں حج کے موقع پر دیکھا کہ آپ نے سورج نکلنے کے بعد جب خانہ کعبہ کو وداع کرنا چاہا تو پہلے طواف کیا اور ہر چکر میں رکن یمانی کو بوسہ دیا، پھر آخری چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود دونوں کو بوسہ دیا اور اپنے ہاتھوں سے مس کرکے ہاتھوں کو چہرہ پر مل لیا اور پھر مقام ابراہیم (ع) پر دو رکعت نماز ادا کی اور پھر پشت کعبہ پر جاکر ملتزم سے یوں لپٹ گئے کہ شکم مبارک سے کپڑا ہٹا کر اسے بھی مس کیا اور تادیر کھڑے دعائیں کرتے رہے اور پھر باب الحناطین سے باہر نکل گئے۔ یہی صورت حال میں نے 217ءھ میں رات کے وقت کعبہ کو وداع کرنے میں دیکھی کہ ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کو مس کررہے تھے اور پھر ساتویں چکر میں پشت کعبہ پر رکن یمانی کے قریب شکم

مبارک کو کعبہ سے مس کیا، پھر حجر اسود کو بوسہ دیا اور ہاتھوں سے مس کیا اور پھر مقام ابراہیم (ع) پر نماز ادا کی اور باہر تشریف لے گئے، ملتزم پر آپ کا توقف اتنی دیر رہا کہ بعض اصحاب نے طواف کے سات چکر پورے کر لئے۔ (کافی 4 ص 532/3، تہذیب 5 ص 281/959)

محمد بن عثمان العمری فرماتے ہیں:

خدا گواہ ہے کہ امام عصر (ع) ہر سال موسم حج میں تشریف لاتے ہیں اور تمام لوگوں کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں لیکن لوگ نہ انھیں دیکھتے ہیں اور نہ پہچانتے ہیں۔

(الفقیہ 2 ص 520، کمال الدین ص 440/8، الغیبۃ الطوسی (ر) ص 363/329)

❀❀❀❀❀

فصل پنجم

اہل بیت علیہم السلام کا انداز صبر و رضا

امام حسین (ع) نے عراق کے لئے نکلتے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا:

لَمَّا عزَمَ عَلَیْهِ السَّلاَمُ عَلَی الْمَسِیرِ إِلَی الْعِرَاقِ قَامَ خَطِیباً، فَقَالَ
الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ ما شاءَ اللّٰہُ وَ لاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ، وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی رَسُولِهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ، خُطَّ الْمَوْتُ عَلَی وُلْدِ آدَمَ مَخَطَّ الْقِلَادَةِ عَلَی جِیدِ الْفَتَاةِ، وَ مَا أَوْلَهَنِی إِلَی أَسْلَافِی اشْتِیَاقَ یَعْقُوبَ إِلَی یُوسُفَ، وَ خُیِّرَ لِی مَصْرَعٌ أَنَا لَاقِیهِ، كَأَنِّی بِأَوْصَالِی تَقَطَّعُهَا عُسْلَانُ الْفَلَوَاتِ ، بَیْنَ النَّوَاوِیسِ وَ كَرْبَلَاءَ فَیَمْلَأَنَّ مِنِّی أَكْرَاشاً جُوفاً، وَ أَجْرِبَةً سُغْباً لَا مَحِیصَ عَنْ یَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلَمِ، رِضَی اللّٰہِ رِضَانَا أَهْلَ الْبَیْتِ، نَصْبِرُ عَلَی بَلَائِهِ وَ یُوَفِّینَا أُجُورَ الصَّابِرِینَ، لَنْ تَشُذَّ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ لَحْمَةٌ هِیَ مَجْمُوعَةٌ لَهُ فِی حَظِیرَةِ الْقُدْسِ تَقَرُّ بِهِمْ عَیْنُهُ، وَ یُنَجَّزُ لَهُمْ وَعْدُهُ، مَنْ كَانَ بَاذِلًا فِینَا مُهْجَتَهُ وَ مُوَطِّناً عَلَی لِقَاءِ اللّٰہِ نَفْسَهُ، فَلْیَرْحَلْ فَإِنِّی رَاحِلٌ مُصْبِحاً، إِنْ شَاءَ اللّٰہُ سُوْرَةٌ

حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ موت کا نشان اولاد آدم کی گردن سے یونہی وابستہ ہے جس طرح عورت کے گلے میں ہار، میں اپنے اسلاف کا اسی طرح اشتیاق رکھتا ہوں جس طرح یعقوب کو یوسف کا اشتیاق تھا میری بہترین منزل وہ ہے جس کی طرف میں جا رہا ہوں اور میں وہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ نواویس اور کربلا کے درمیان نبی امیہ کے

درندے میرے جوڑ جوڑ کو الگ کر رہے ہیں اور اپنی عداوت کا پیٹ بھر رہے ہیں، قلم قدرت نے جو دن لکھ دیا ہے وہ بہرحال پیش آنے والا ہے" اللہ کی مرضی ہی ہم اہلبیت (ع) کی رضا ہے، ہم اس کی بلا پر صبر کرتے ہیں اور وہ ہمیں صابروں کا اجر دینے والا ہے رسول اکرمؐ سے ان کے جگر پارے الگ نہیں رہ سکتے ہیں، خدا سب کو جنت میں جمع کرنے والا ہے جس سے ان کی آنکھوں کو خنکی نصیب ہوگی اور ان سے کئے گئے وعدہ کو پورا کیا جائے گا، دیکھو جو ہمارے ساتھ اپنی جان قربان کر سکتا ہے اور لقائے الٰہی کے لئے اپنے نفس کو آمادہ کر چکا ہے وہ ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جائے، ہم کل صبح نکل رہے ہیں۔ (کشف الغمہ 2 ص 241، ملہوف ص 126)

امام زین العابدین (ع) بیان فرماتے ہیں:

جب امام حسین (ع) کے حالات انتہائی سخت ہو گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے حالات تمام لوگوں کے حالات سے بالکل مختلف ہیں۔ سب کے رنگ بدل رہے ہیں، اعضاء لرز رہے ہیں، دل کانپ رہے ہیں لیکن امام حسین (ع) اور ان کے مخصوص اصحاب کے چہرے دمک رہے ہیں، اعضاء ساکن ہیں اور نفس مطمئن ہیں۔

لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو یہ کس قدر مطمئن نظر آتے ہیں جیسے موت کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہے، آپ نے فرمایا، شریف زادو! صبر کرو صبر، یہ موت صرف ایک پل ہے جس کے ذریعہ سختی اور پریشانی سے نکل کر جنت النعیم کے محلوں تک پہنچا جاتا ہے، تم میں کون ایسا ہے جو اس بات کو برا سمجھتا ہے کہ زندان سے نکل کر قصر میں چلا جائے، مصیبت تمہارے دشمنوں کے لئے ہے جنہیں محل سے نکل کر زندان کی طرف جانا ہے، میرے پدر بزرگوار نے رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت اور موت ایک پل ہے جو مومن کو جنت تک پہنچا دیتا ہے اور کافر کو جہنم تک، میں نہ غلط

بیانی سے کام لیتا ہوں اور نہ کسی نے یہ بات مجھ سے غلط بیان کی ہے۔(معانی الاخبار 288/3)
ابومخنف نے روایت کی ہے:

امام حسین (ع)۔۔۔تن تنہا خون میں ڈوبے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ کر یہ مناجات کرتے رہے، خدایا میں تیرے امتحان پر صابر ہوں اور تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، اے فریادیوں کے فریادرس! جسے دیکھ کر چالیس سوار بڑھے کہ آپ کے سر مبارک ومقدس ومنور کو قلم کرلیں اور عمر سعد یہ آواز دیتا رہا کہ ان کے قتل میں عجلت سے کام لو۔(ینابیع المودۃ 2 ص 82)
عبیداللہ بن زیاد کا دربان بیان کرتا ہے کہ:

ابن زیاد نے حضرت علی بن الحسین (ع) اور خواتین کو طلب کیا اور سر حسین (ع) بھی سامنے لاکر رکھ دیا، خواتین کے درمیان حضرت زینب (ع) بنت علی بھی تھیں، ابن زیاد نے انھیں دیکھ کر کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے تمھیں رسوا کیا، قتل کیا اور تمھاری باتوں کو جھوٹا ثابت کردیا۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو حضرت محمدؐ کے ذریعہ کرامت عطا فرمائی اور ہمیں پاک و پاکیزہ قرار دیا، رسوائی فاسق کا حصّہ ہے اور جھوٹ فاجر کا مقدر ہے۔
اس نے کہا کہ تم نے اپنے ساتھ پروردگار کا برتاؤ کیسا پایا؟

آپؑ نے فرمایا ہمارے گھر والوں پر شہید ہونا فرض تھا تو وہ گھروں سے نکل کر اپنے مقتل کی طرف آ گئے اور عنقریب خدا تیرے اور ان کے درمیان اجتماع کرکے دونوں کا فیصلہ کردے گا۔(امالی صدوق ص 140 / 3، روضۃ الواعظین ص 210)

امام حسین (ع) کے ایک فرزند کا انتقال ہوگیا اور لوگوں نے چہرہ پر رنج وغم کے اثرات نہ دیکھے تو اعتراض کیا، آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت (ع) خدا سے سوال کرتے ہیں تو وہ عطا

ء کر دیتا ہے اور پھر جب وہ کوئی ایسی چیز چاہتا ہے جو بظاہر نا گوار ہوتی ہے تو ہم اس کی رضا سے راضی ہو جاتے ہیں۔ (مقتل الحسین (ع) خوارزمی 1 ص 147)

ابراہیم بن سعد نے بیان فرمایا:

امام سجاد (ع) نے گھر کے اندر نالہ و شیون کی آواز سنی تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور پھر واپس آ گئے کسی نے دریافت کیا کیا کوئی حادثہ ہو گیا ہے؟ یقینا لوگوں نے پرسہ دیا لیکن آپ کے صبر پر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت (ع) جس چیز کو پسند کرتے ہیں اس میں خدا کی اطاعت کرتے ہیں اور جس بات کو ناپسند کرتے ہیں اس پر بھی اس کا شکر ہی کرتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء 3 ص 138، تاریخ دمشق حالات امام سجاد (ع) 5/88، کشف الغمہ 2 ص 314)

امام باقر (ع) فرماتے ہیں:

جب جس چیز کو پسند کرتے ہیں اس کے بارے میں دعا کرتے ہیں، اس کے بعد اگر ناخوشگوار امر پیش آ جاتا ہے تو خدا کی مخالفت نہیں کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء 3 ص 187، کشف الغمہ 2 ص 363)

علاء بن کامل بیان کرتے ہیں:

میں امام صادق (ع) کی خدمت میں حاضر تھا کہ گھر سے نالہ و فریاد کی آواز بلند ہوئی، آپ اٹھے اور پھر بیٹھ گئے اور انا للہ کہہ کر گفتگو میں مصروف ہو گئے اور آخر میں فرمایا کہ ہم خدا سے اپنے لئے اپنی اولاد اور اپنے اموال کے لئے عافیت چاہتے ہیں لیکن جب قضاء واقع ہو جاتی ہے تو یہ ممکن نہیں ہوتا ہے کہ جس کو خدا چاہتا ہے اس کو ناپسند کر دیں۔

(کافی 3 ص 226/13)

قتیبہ الاعشی بیان کرتے ہیں:

میں امام صادق (ع) کے گھر آپ کے ایک فرزند کی عیادت کیلئے حاضر ہوا تو دروازہ پر

آپ کو محزون و رنجیدہ دیکھا اور پوچھا بچے کا کیا حال ہے، فرمایا وہی حال ہے، اس کے بعد گھر کے اندر گئے اور ایک ساعت کے بعد مطمئن برآمد ہوئے، میں سمجھا کہ شائد صحت ہوگئی ہے، میں نے کیفیت دریافت کی؟ فرمایا مالک کی بارگاہ میں چلا گیا۔

میں نے عرض کی، میری جان قربان، جب وہ زندہ تھا تو آپ رنجیدہ تھے، اب جب مرگیا ہے تو وہ حالت نہیں ہے؟ فرمایا کہ ہم اہلبیت (ع) مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے تک پریشان رہتے ہیں، اس کے بعد جب امر الٰہی واقع ہوجاتا ہے تو اس کے فیصلہ پر راضی ہوجاتے ہیں اور اس کے امر کے سامنے سر تسلیم خم کردیتے ہیں۔ (کافی 3 ص 225/11)

❁❁❁❁❁

فصل ششم

اہل بیت علیہم السلام کا انداز طلب معاش

امام صادق (ع) نے فرمایا:

خبردار طلب معاش میں سستی اور کاہلی سے کام مت لینا کہ ہمارے آباء واجداد اس راہ میں تگ ودو کیا کرتے تھے۔ (الفقیہ 3 ص 157 / 3576)

جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں:

ہم رسول اکرمؐ کے ساتھ وادی مرّ الظہر ان میں اراک کے پھل چنا کرتے تھے تو آپ فرماتے تھے کہ سیاہ دانے چنو کہ یہ جانور کیلئے زیادہ لذیذ ہوتے ہیں، ہم نے عرض کی کہ کیا حضور کو بھی بکریاں چرانے کا تجربہ ہے؟

فرمایا بیشک اور کوئی نبی بھی ایسا نہیں ہے جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

(صحیح بخاری 5 ص 2077 / 5138، صحیح مسلم 3 ص 1621 / 2050)

امام صادق (ع) فرماتے ہیں:

رسول اکرمؐ نے مال غنیمت تقسیم کیا تو حضرت علی (ع) کے حصّہ میں ایک زمین آئی، جب زمین ان کو دی گئی تو ایک چشمہ نکل آیا جس کا پانی باقاعدہ آسمان کی طرف جوش مار رہا تھا اور اسی بنیاد پر اس کا نام ینبع رکھدیا گیا اور جب بشارت دینے والے نے حضرت کو اس کی بشارت دی تو آپ نے فرمایا کہ صدقہ عام ہے تمام حجاج بیت اللہ اور مسافروں کے لئے، نہ اس کی خرید وفرخت ہوگی نہ ہبہ نہ وراثت اور اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو اس پر اللہ ملائکہ اور

تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اوراس سے روز قیامت نہ کوئی صرف قبول کیا جائے گا اور نہ بدل۔

(کافی 7ص54/9،تہذیب9ص128/609)

امام علی (ع) ایک مرتبہ مدینہ میں شدید بھوک کا ماحول پیدا ہوگیا تو میں تلاش عمل میں عوالی کی طرف نکل پڑا، اتفاق سے دیکھا کہ ایک عورت کھجوریں بیچ رہی ہے، میں نے سودا طے کرلیا کہ ایک ڈول پانی ایک کھجور کے عوض! اوراس کے بعد سولہ ڈول کھینچے جس کے نتیجہ میں ہتھیلی میں گھٹے پڑ گئے اور پھر اس عورت کو جا کر ہاتھ دکھلائے اور کام بتلایا تو اس نے سولہ کھجوریں دیدیں اور میں انھوں لے کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماجرا بیان کیا تو آپ بھی اس کے کھانے میں شریک ہوگئے۔

(مسند ابن حنبل 1ص286/1135،فضائل الصحابہ ابن حنبل 2ص17/1229)

امیر المومنین (ع) سخت گرمی میں بھی کام کرنے کے لئے نکل پڑتے تھے تا کہ خدا خود دیکھ لے کہ بندہ طلب حلال کے لئے جدو جہد کر رہا ہے۔

(الفقیہ 3ص163/3596،عوالی اللئالی 3ص200/24)

امام صادق (ع) بیان کرتے ہیں:

خدا کی قسم حضرت علی (ع) نے راہ خدا میں ہزار غلام آزاد کئے ہیں اور سب اپنے ہاتھ کی کمائی سے کیا ہے۔ (کافی 8ص165/175)

محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ:

میرے خیال میں امام سجاد (ع) کے بعد ان کی اولاد میں کوئی ان سے بہتر نہیں ہوسکتا ہے لیکن جب امام باقر (ع) کو دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا کہ میں انہیں موعظہ کرنا چاہتا تھا لیکن انہوں نے مجھے موعظہ کردیا۔

لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا موعظہ کردیا؟ ابن المنکدر نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ

سخت گرمی میں بیرون مدینہ نکلا تو امام باقر (ع) کو دیکھا کہ بھاری جسم کے باوجود دو غلاموں پر تکیہ گئے ہوئے نکل پڑے ہیں، میں نے کہا اے سبحان اللہ نبی ہاشم کا ایک بزرگ آدمی طلب دنیا میں اس طرح مبتلا ہو جائے کہ اس گرمی میں اس طرح گھر سے نکل پڑے، یہ سوچ کر قریب گیا، سلام کیا آپ نے جھڑک کر جواب دیا جبکہ آپ پسینہ میں تر تھے، میں نے اپنی بات دہرائی اور کہا کہ اس حال میں اگر موت آ گئی تو کیا کریں گے؟

فرمایا اگر اس وقت موت آ گئی تو اس حال میں آئے گی کہ میں اطاعت خدا میں ہوں گا، خدا نہ کرے کہ اس وقت موت آئے جب کوئی معصیت خدا کر رہا ہوں، اس وقت تو اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو لوگوں کے احسانات سے بچا رہا ہوں۔

یہ سننا تھا کہ ابن المنکدر نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا، خدا آپ پر رحمت نازل کرے، میں نے آپ کو نصیحت کرنا چاہی تھی مگر آپ نے مجھ ہی کو موعظہ فرما دیا۔

(کافی 5 ص 73/1، تہذیب 6 ص 325/894)

ابوعمر والشیبانی بیان کرتا ہے کہ:

میں نے امام صادق (ع) کو موٹا کپڑا پہنے بیلچہ لئے اپنے باغ میں یوں کام کرتے دیکھا کہ پسینہ پیروں سے بہہ رہا تھا، میں نے عرض کی میری جان قربان، یہ بیلچہ مجھے دید یجئے، میں یہ کام کروں گا، فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ انسان طلب معاش میں حرارت آفتاب کی اذیت برداشت کرے۔ (کافی 5 ص 76/13)

عبدالاعلیٰ غلام آل سام بیان کرتا ہے:

میں نے شدید گرمی کے زمانہ میں مدینہ کے ایک راستہ پر امام صادق (ع) کو دیکھ کر عرض کی، حضور میری جان قربان ایک تو خدا کی بارگاہ میں آپ کا مرتبہ پھر رسول اکرمؐ سے آپ کی قرابت، اس کے بعد بھی آپ اس گرمی میں مشقت برداشت کر رہے ہیں۔ فرمایا عبدالاعلیٰ

میں طلب رزق میں نکلا ہوں تا کہ تم جیسے افراد سے بے نیاز ہو جاؤں ۔ (کافی 5 ص 74 / 3)
علی بن ابی حمزہ نقل کرتے ہیں :

میں نے حضرت ابوالحسن (رضا (ع) کو اپنی ایک زمین میں اس طرح کام کرتے دیکھا کہ پسینہ پیروں سے بہہ رہا تھا تو میں نے عرض کی میری جان قربان ، کام کرنے والے سب کیا ہو گئے ؟

فرمایا کہ دیکھو اپنے ہاتھ سے ان لوگوں نے بھی کام کیا ہے جو مجھ سے اور میرے والد سے بھی بہتر تھے ۔

میں نے عرض کی یہ کون حضرات ہیں ؟ فرمایا رسول اکرمؐ ، امیرالمومنین (ع) اور میرے تمام آباء واجداد اور یہ کام تو جملہ انبیاء ، مرسلین ، اوصیاء اور صالحین نے کیا ہے ۔

(کافی 5 ص 75 / 10 ، الفقیہ 3 ص 163 / 3593)

❁❁❁❁❁

فصل ہفتم

اہل بیت علیہم السلام کا انداز عطاء و بخشش

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

ہم غیر مستحق کو بھی دیدیا کرتے ہیں کہ کہیں کوئی مستحق محروم نہ رہ جائے۔

(عدۃ الداعی ص 91)

محمد بن حنفیہ بیان فرماتے ہیں:

میرے بابا جان رات کی تاریکی میں قنبر کے کاندھے پر آٹا اور کھجور لاد کر ان گھروں تک پہنچایا کرتے تھے جنھیں وہ خود جانتے تھے اور کسی کو باخبر نہیں ہونے دیتے تھے، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ یہ کام تو دن میں بھی ہوسکتا ہے فرمایا "مخفی صدقہ غضب پروردگار کی آگ کو سرد کر دیتا ہے۔ (مناقب الامام امیر المومنین (ع) الکوفی 2 ص 69 / 552، ربیع الابرار 2 ص 148)

امام صادق (ع) بیان فرماتے ہیں:

امام حسن (ع) نے اپنے پروردگار کی راہ میں سارا مال تین مرتبہ تقسیم کیا تھا یہاں تک لباس، دینار کے ساتھ نعلین میں بھی غریبوں کو برابر کا حصہ دیا تھا۔

(تہذیب 5 ص 11 / 29، استبصار 2 ص 141 / 461)

حسن بصری نے بیان کیا ہے:

حضرت حسین بن علی (ع) ایک زاہد، متقی صالح و ناصح اور بہترین اخلاق کے مالک تھے، ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے ایک باغ میں گئے جہاں آپ کا غلام "صافی" رہا

کرتا تھا، باغ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ غلام بیٹھا ہوا روٹی کھا رہا ہے، آپ ایک خرمہ کے درخت کی آڑ میں ٹھہر گئے، دیکھا کہ غلام آدھی روٹی کھاتا ہے اور آدھی کتے کو ڈال دیتا ہے، کھانا ختم کرنے کے بعد اس نے کہا کہ شکر ہے خدائے رب العالمین کا، پروردگار مجھے اور میرے مولیٰ کو بخش دینا اور انہیں اسی طرح برکت عطا فرمانا جس طرح ان کے والدین کو عطا فرمائی تھی کہ تو بڑا رحم کرنے والا ہے۔

آپ نے سامنے آکر غلام کو آواز دی، وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور کانپنے لگا، کہنے لگا اے میرے اور جملہ مومنین کے سردار میں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا آپ مجھے معاف فرما دیجیے؟

فرمایا تم مجھے معاف کر دینا کہ میں تمھارے باغ میں بغیر اجازت کے داخل ہو گیا، اس نے کہا سرکار! یہ تو آپ شفقت و کرم فرما رہے ہیں ورنہ میں خود ہی آپ کا غلام ہوں۔

فرمایا یہ بتاؤ کہ آدہی روٹی کتے کو کیوں ڈال رہے تھے؟ عرض کی یہ میری طرف دیکھ رہا تھا تو مجھے حیاء آئی کہ میں اکیلے کھا لوں اور پھر یہ آپ کا کتا ہے اور میں آپ کا غلام اور دونوں کا کام باغ کی حفاظت ہے لہذا دونوں نے برابر سے مل کر کھا لیا۔

حضرت یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا تجھے راہ خدا میں آزاد کر دیا اور دو ہزار درہم بھی عطا کئے، غلام نے کہا جب حضور نے آزاد کر دیا ہے تو کم از کم باغ میں رہنے کی اجازت تو دیجیئے؟ فرمایا مرد وہی ہے جس کے قول و فعل میں فرق نہ ہو، جب میں نے تجھ سے کہہ دیا کہ تیرے باغ میں بلا اجازت داخل ہوا ہوں تو اب یہ باغ بھی تیرا ہے۔

صرف یہ میرے اصحاب میرے ساتھ پھل کھانے آئے ہیں تو انھیں اپنا مہمان بنا لے اور ان کا اکرام کرتا کہ خدا روز قیامت تیرا اکرام کرے اور تیرے حسن اخلاق میں برکت عنایت کرے۔ غلام نے عرض کی جب آپ نے باغ مجھے ہبہ کر دیا ہے تو میں نے اسے آپ کے شیعوں اور چاہنے والوں کے لئے وقف کر دیا ہے۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ مرد مومن کا کردار ایسا ہی ہونا چاہیئے اور اولاد رسولؐ کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ (مقتل الحسین (ع) خوارزمی 1 ص 153)

ابوحمزہ الثمالی نے نقل کیا ہے:

میں نے امام زین العابدین (ع) کو اپنی کنیز سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے دروازہ سے جو سائل بھی گذر جائے اسے کھانا کھلا دینا کہ آج جمعہ کا دن ہے، تو میں نے عرض کی کہ تمام سائل مستحق نہیں ہوتے ہیں، فرمایا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کسی مستحق کو دروازہ سے واپس کردوں اور وہ بلاء نازل ہوجائے جو حضرت یعقوب پر نازل ہوئی تھی۔

(علل الشرائع 1/45)

امام باقر (ع) فرماتے ہیں:

ہم اہلبیت (ع) قطع تعلق کرنے والوں سے صلہ رحم کرتے ہیں اور برائی کرنے والوں کے ساتھ احسان کرتے ہیں اور اس میں حسن عاقبت سمجھتے ہیں۔ (کافی 2 ص 1/488)

امام صادق (ع) بیان کرتے ہیں:

میرے والد کے پاس مال بہت کم تھا اور ذمہ داریاں بہت زیادہ تھیں اور ہر جمعہ کو ایک دینار صدقہ میں دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جمعہ کے دن کا صدقہ اسی طرح سے فضیلت رکھتا ہے جس طرح جمعہ کو باقی دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔ (ثواب الاعمال 1/20)

سلمٰی کنیز امام محمد باقر (ع) بیان کرتی ہے:

جب حضرت کے پاس مومن برادران آتے تھے تو حضرت انہیں بہترین کھانا کھائے بغیر اور بہترین لباس پہنے بغیر جانے نہیں دیتے تھے، اور پھر انہیں درہم ہدیہ کے طور پر بھی دیے جاتے تھے، میں نے حضرت سے گزارش کی کہ اس بخشش میں کچھ کمی کردیں تو فرمایا سلمٰی، دنیا کی نیکی صرف اس میں ہے کہ اس سے برادران ایمانی اور جان پہچان والوں کے ساتھ

اچھا برتاؤ کیا جائے۔ (کشف الغمہ 2 ص330، الفصول المہمہ ص212)

حسن بن کثیر کہتے ہیں:

میں نے امام ابوجعفر محمد بن علی (ع) سے بعض ضروریات کے لئے شکایت کی تو فرمایا بدترین بھائی وہ ہے جو دولت مندی میں تمھارا خیال رکھے اور غربت میں قطع تعلق کرلے، اس کے بعد غلام کو اشارہ کیا اور وہ سات سو درہم کی تھیلی لے کر آیا، آپ نے فرمایا کہ موجودہ حالات میں انھیں استعمال کرو، جب یہ خرچ ہوجائیں تو اطلاع کرنا۔

(ارشاد 2 ص166، روضۃ الواعظین ص225، مناقب ابن شہر آشوب 4 ص207)

ہشام بن سالم کہتے ہیں:

امام جعفر صادق (ع) رات کا ایک حصہ گذر جانے کے بعد ایک ظرف میں روٹی، گوشت اور کچھ درہم اپنے کاندھے پر رکھ کر نکلتے تھے اور مدینہ کے تمام مساکین کے دروازہ پر جاکر تقسیم کردیا کرتے تھے اور کسی کو علم بھی نہ ہوتا تھا، یہاں تک کہ جب حضرت کا انتقال ہوگیا اور کوئی دروازہ پر نہ آیا تو اندازہ ہوا کہ یہ شخص امام جعفر صادق (ع) تھے۔

(کافی 4 ص8/1)

معلیٰ بن خنیس بیان کرتے ہیں:

امام جعفر صادق (ع) ایک رات میں بیت الشرف سے برآمد ہوئے، بارش ہورہی تھی اور آپ بنیٔ ساعدہ کے چھتہ کی طرف جارہے تھے اتفاق سے راستہ میں کوئی چیز گرگئی، آپ نے دعا کی خدایا، ہماری چیز کو ہم تک پلٹا دینا، میں نے سلام کیا، فرمایا معلیٰ؟

میں نے عرض کی سرکار! حاضر ہوں میری جان قربان، فرمایا ذرا ہاتھوں سے تلاش کرو اور جو کچھ مل جائے میرے حوالہ کردو۔

میں نے دیکھا کہ بہت سی روٹیاں بکھری پڑی ہیں، میں نے سب اٹھا کر حضرت کو

دیدیں، مگر دیکھا کہ ٹوکری کا بوجھ اتنا ہے کہ میں نہیں اٹھا سکتا ہوں، میں نے عرض کیا لایئے میں اسے سر پر اٹھالوں، فرمایا نہیں، یہ میرا اپنا کام ہے، بس تم میرے ساتھ رہو۔

میں ساتھ چلا، جب بنی ساعدہ کے چھتہ میں پہنچا تو دیکھا کہ فقراء کی ایک جماعت سو رہی ہے، آپ نے سب کے سرھانے روٹیاں رکھنا شروع کر دیں اور جب کام تمام ہو گیا تو میں نے سوال کیا: کیا یہ لوگ حق کو پہچانتے ہیں، فرمایا اگر حق کو پہچانتے ہوتے تو اس سے زیادہ ہمدردی کرتا۔ (کافی 4 ص 8/3، ثواب الاعمال 173/2)

ابوجعفر الخثعمی بیان کرتے ہیں:

امام جعفر صادق (ع) نے ایک تھیلی میں پچاس دینار رکھ کر مجھے دیئے کہ بنی ہاشم میں فلاں شخص کو پہنچا دینا لیکن یہ نہ بتانا کہ کس نے دیئے ہیں، میں لے کر گیا اور دیدیا تو اس شخص نے کہا کہ یہ کس نے بھیجے ہیں۔ خدا اسے جزائے خیر دے کہ برابر رقم بھیجتا رہتا ہے اور میرا گذرا ہو رہا ہے۔ ورنہ جعفر ابن محمد کے پاس اس قدر پیسہ ہے اور مجھے کچھ نہیں دیتے ہیں؟

(امالی الطوسی ص 677/1433، مناقب ابن شہر آشوب 4 ص 273)

الہیاج بن بسطام کہتے ہیں:

حضرت جعفر بن محمد (ع) اس قدر لوگوں کو کھلاتے تھے کہ گھر والوں کے لئے کچھ نہ بچتا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء 3 ص 194، تذکرۃ الخواص ص 342)

امام کاظم (ع) نے فرمایا:

ہم سب علم اور شجاعت میں ایک جیسے ہیں اور عطایا میں بقدر امر الہی عطاء کرتے ہیں۔

(کافی 1 ص 275/2، بصائر الدرجات ص 480/3)

الیسع بن حمزہ بیان کرتے ہیں:

ہم لوگ امام رضا (ع) کی محفل میں باتیں کر رہے تھے اور بے شمار لوگ حلال وحرام

کے مسائل دریافت کررہے تھے کہ ایک لمبا سانو لا شخص وارد ہوا اور اس نے کہا السلام علیک یابن رسول اللہ! میں آپ کا اور آپ کے آباء واجداد کا دوست ہوں، حج سے واپس آرہا ہوں میرا سارا سرمایہ ختم ہوگیا ہے۔ اب گھر تک پہنچنے کا وسیلہ بھی نہیں ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ مجھے شہر تک پہنچادیں۔ میں اس قدر رقم خیرات کردوں گا جتنی آپ مجھ پر صرف کریں گے اس لئے کہ میں مستحق صدقہ نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، خدا تم پر رحم کرے۔

اس کے بعد آپ لوگوں سے باتیں کرنے لگے، یہاں تک تمام لوگ اپنا کام ختم کرکے چلے گئے، صرف امام، سلیمان، جعفر بن خیثمہ اور میں باقی رہ گئے آپ نے فرمایا، اجازت ہے کہ میں گھر کے اندر جاؤں! سلیمان نے کہا کہ آپ خود صاحب اختیار ہیں۔

آپ اٹھ کر حجرہ میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد دروازہ سے ہاتھ نکال کر فرمایا وہ خراسانی کہاں ہے، اس نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں! فرمایا یہ دوسو دینار لے لے اور اپنے ضروریات میں صرف کر اور اسے برکت قرار دے اور اس کے مقابلہ میں صدقہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اب گھر سے باہر چلا جا تا کہ نہ میں تجھے دیکھوں اور نہ تو مجھے دیکھے۔ اس کے بعد آپ باہر تشریف لائے تو سلیمان نے کہا کہ حضور اس قدر کثیر رقم دینے کے بعد منہ چھپانے کی کیا وجہ ہے! فرمایا کہ میں اس کے چہرہ پر سوال کی ذلت کا اثر نہیں دیکھ سکتا ہوں، کیا تم لوگوں نے رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد نہیں سنا ہے کہ چھپا کر ایک نیکی کرنا ستر حج کے برابر ہے اور برائی کا اعلان کرنے والا رسوا ہوتا ہے لیکن اسے بھی چھپا کر کرنے والا مغفرت کا امکان رکھتا ہے (کیا تم نے بزرگوں کا یہ مقولہ نہیں سنا ہے کہ جب میں کسی ضرورت سے ان کے دروازہ پر جاتا ہوں تو اس شان سے واپس آتا ہوں کہ میری آبرو برقرار رہتی ہے۔ (کافی 4ص23/3)

محمد بن عیسیٰ بن زیاد!

میں نے ابن عباد کے دربار میں پہنچ کر دیکھا کہ ایک کتاب نقل کررہے ہیں، میں نے دریافت کیا کہ یہ کونسی کتاب ہے؟

کہا یہ امام رضا (ع) کا مکتوب ہے ان کے فرزند کے نام۔! میں نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ یہ مجھے بھی مل جائے، ان لوگوں نے دیدیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں لکھا ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" فرزند! خدا تمہیں طول عمر عنایت کرے اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے، میں تمھارے قربان! میں نے اپنی زندگی میں اپنا سارا مال تمھارے حوالہ کردیا ہے کہ شائد خدا تم پر یہ کرم کرے کے تم قرابتداروں کے ساتھ صلۂ رحم کرواور حضرت موسیٰ کاظم (ع) اور حضرت جعفر صادق (ع) کے غلاموں کے کام آؤ؟ پروردگار کا ارشاد ہے،کون ہے جو خدا کو قرض حسنہ دے گا کہ وہ دگنا چوگنا کردے۔ (بقرہ:245)

جس کے پاس وسعت ہے اس پر فرض ہے کہ اس میں سے انفاق کرے اور جو تنگی کا شکار ہے اسے بھی چاہیئے کہ جس قدر ہے اس میں سے انفاق کرے۔ (سورہ طلاق:7)

خدا نے تمہیں وسعت دی ہے......فرزند تم پر تمھارا باپ قربان......

(تفسیر عیاشی 1 ص131/ 436)

احمد بن محمد بن ابی نصر بزطنی، میں نے امام رضا (ع) کا وہ مکتوب پڑھا ہے جو امام جواد (ع) کے نام تھا اور جس کا مضمون یہ تھا:

ابوجعفر! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمھارے موالی تمھیں چھوٹے دروازہ سے باہر لے جاتے ہیں تاکہ لوگ تم سے استفادہ نہ کرسکیں، یہ ان کے بخل کا نتیجہ ہے،خبردار، تمھیں میرے حق کا واسطہ جو تمہارے ذمہ ہے کہ آئندہ تمھارا داخلہ اور خارجہ بڑے دروازہ سے ہونا چاہیے اور جب سواری باہر نکلے تو تمھارے ساتھ سونے چاندی کے سکہ ہونے چاہئیں اور کوئی بھی آدمی

سوال کرے تو اسے محروم نہ کرنا، اور اگر رشتہ داروں میں کوئی مرد سوال کرے تو پچاس دینار سے کم نہ دینا، زیادہ کا تمھیں اختیار ہے اور اگر کوئی خاتون سوال کرے تو 25 دینار سے کم نہ دینا اور زیادہ تمھارے اختیار میں ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ خدا تمھیں بلندی عنایت فرمائے، دیکھو راہ خدا میں خرچ کرو اور خدا کی طرف سے کسی افلاس کا خوف نہ پیدا ہونے پائے۔

(کافی 4 ص 43/5، عیون اخبار الرضا(ع) 2 ص 8/20)

عبداللہ علی بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں:

امام جواد(ع) کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اپنی مروت کے برابر عنایت فرمایئے، فرمایا یہ میرے امکان سے باہر ہے، اس نے کہا پھر میری اوقات کے برابر عنایت فرمایئے؟ فرمایا یہ ممکن ہے اور یہ کہہ کر غلام کو آواز دی کہ اسے سو دینار دیدو۔

(کشف الغمہ 3 ص 158)

❁❁❁❁❁

فصل ہشتم

اہلِ بیت علیہم السلام کا خادموں کے ساتھ سلوک

انس بیان کرتے ہیں کہ:

جب رسول اکرمؐ وارد مدینہ ہوئے تو آپ کے پاس کوئی خادم نہ تھا، ابوطلحہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضورؐ کے پاس لے گئے، کہا کہ سرکار! یہ انس ہوشیار بچہ ہے، یہ آپ کی خدمت کرے گا، جس کے بعد میں سفر و حضر میں ہمیشہ حضورؐ کے ساتھ رہا لیکن نہ کسی کام کے کرنے پر یہ فرمایا کہ ایسا کیوں کیا......اور نہ ترک کرنے پر فرمایا کہ ایسا کیوں نہیں کیا؟

(صحیح مسلم 4 ص 1805 / 2309، مسند ابن حنبل 4 ص 203 / 1988)

بکیر کہتے ہیں:

میں نے ام سلمہ کے غلام مہاجر کی زبان سے سنا ہے کہ میں نے دس سال، یا پانچ سال، رسول اکرمؐ کی خدمت کی ہے، لیکن نہ کسی کام کے کرنے پر ٹوکا اور نہ ترک کرنے پر۔!

(اسد الغابہ 5 ص 266 / 1537)

انس بیان کرتے ہیں:

رسول اکرمؐ اخلاق کے اعتبار سے ساری کائنات سے بہتر تھے۔ ایک دن مجھے ایک کام سے بھیجا تو میں نے کہا کہ میں نہیں جاؤنگا حالانکہ میرے دل میں یہ تھا کہ جب رسول خداؐ نے حکم دیا ہے تو بہر حال جانا ہے۔

میں گھر سے نکلا تو راستہ میں بچے کھیل رہے تھے، میں ادھر چلا گیا ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت پشت سے میری گردن پکڑے ہوئے ہیں، میں نے مڑ کر دیکھا تو مسکرا رہے تھے، فرمایا میں نے جہاں بھیجا تھا گئے؟ میں نے عرض کی جی ہاں، اب جا رہا ہوں۔

(صحیح مسلم 4 ص 1805، 2310)

زیاد بن ابی زیاد نے رسول اکرمؐ کے ایک خادم کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہ حضورؐ نوکروں سے بھی پوچھا کرتے تھے کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔

(مسند احمد بن حنبل 5 ص 239 / 16076، مجمع الزوائد 2 ص 515 / 3503)

ابوالنوار، کرباس بیچنے والا راوی ہے کہتا ہے:

حضرت علی (ع) ایک غلام کو لے کر میری دکان پر آئے اور دو پیراہن دکھلا کر فرمایا کہ جو پسند ہو وہ لے لو، اس نے ایک لے لیا اور دوسرا بچا ہوا حضرت نے لے لیا، اس کے بعد ہاتھ بڑھا کر کہا کہ آستین جس قدر لمبی ہے اسے کم کر دیجئے، آپ نے کم کر دی اور وہ پہن کر چلا گیا۔

(فضائل الصحابہ ابن حنبل 1 ص 544 / 919، اسد الغابہ 4 ص 97)

ابومطر البصری بیان کرتے ہیں:

امیر المومنین (ع) سوق الکرابیس میں داخل ہوئے اور ایک دکاندار سے پوچھا پانچ درہم میں دو کپڑے مل سکتے ہیں، اس نے مڑ کر دیکھا کہا یا امیر المومنین (ع) بیشک مل سکتے ہیں، آپ نے دیکھا کہ اس نے پہچان لیا ہے تو آگے بڑھ گئے اور نہیں لیا، دوسری جگہ ایک غلام کو بیچتے دیکھا اس سے سوال کیا، اس نے کہا بیشک ممکن ہے، ایک اچھا ہے وہ تین درہم کا ہے اور دوسرا قدرے معمولی ہے وہ دو درہم کا ہے آپ نے قنبر سے فرمایا کہ تین درہم والا تم لے لو، قنبر نے عرض کی حضور! یہ آپ کا حق ہے، فرمایا تم جوان ہو اور جوانی میں زینت کی خواہش ہوتی ہے، مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ تم سے بہتر لباس پہنوں جبکہ رسول

اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ، غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اس کے بعد آپ نے دوسرا اوالا پہن لیا اور جب آستین لمبی نظر آئی تو اسے کٹوا دیا لیکن کنارہ سلوانے کی زحمت نہیں کی اور فرمایا کہ معاملہ اس سے زیادہ عجلت کا ہے۔(الغارات 1 ص106)

ابومطر البصری بیان کرتے ہیں:

حضرت علی (ع) نے ایک غلام کو کئی بار آواز دی لیکن اس نے جواب نہیں دیا اور جب گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ وہ دروازہ پر موجود ہے، فرمایا کہ تو نے میری آواز پر جواب کیوں نہیں دیا؟ اس نے کہا کہ ایک تو کاہلی تھی اور دوسرے یہ کہ آپ سے سزا کا کوئی خطرہ نہیں تھا، یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ لوگ میری طرف سے اپنے کو محفوظ تصور کرتے ہیں اور اس کے بعد اسے راہ خدا میں آزاد کر دیا۔(مناقب ابن شہر آشوب 2 ص133، الفخری ص19)

انس کہتے ہیں:

میں امام حسین (ع) کی خدمت میں تھا آپ کی ایک کنیز نے ایک پھولوں کا گلدستہ آپ کو تحفہ میں پیش کیا اور آپ نے اسے راہ خدا میں آزاد کر دیا، میں نے عرض کیا کہ ایک گلدستہ کی قیمت اس قدر نہیں ہے کہ اسے آزاد کر دیا جائے، فرمایا یہ پروردگار کا سکھلایا ہوا ادب ہے کہ جب تمھیں کوئی تحفہ دیا جائے تو اس سے بہتر واپس کرو اور ظاہر ہے کہ اس بہتر اس کی آزادی ہی ہو سکتی تھی۔(نثر الدرر 1 ص33، نزہۃ الناظر 8/83)

امام صادق (ع) بیان فرماتے ہیں:

میں نے رسول اکرمؐ کی کتاب میں دیکھا ہے کہ جب اپنے غلام سے کوئی ایسا کام لو جو اس کے بس کا نہیں ہے تو خود بھی اس کے ساتھ شریک ہو جاؤ اور میرے پدر بزرگوار کا یہی طریقہ تھا کہ وہ غلاموں کو کام دینے کے بعد صورت حال کا جائزہ لیتے تھے، اگر دیکھا کام مشکل ہے تو شریک ہو جاتے تھے ورنہ الگ ہو جاتے تھے۔(الزہد للحسین بن سعید 44/117)

حفص بن ابی عائشہ بیان کرتے ہیں:

امام صادق (ع) نے کسی غلام کو کسی کام کے لئے بھیجا اور اس نے دیر لگائی تو آپ اس کی تلاش میں نکل پڑے، دیکھا کہ ایک مقام پر سو رہا ہے، آپ اس کے سرہانے کھڑے رہے اور پنکھا جھلتے رہے یہانتک کہ اس کی آنکھ کھل گئی، وہ دہشت زدہ ہوگیا، حضرت نے فرمایا کہ دیکھو دن رات سونا اصول کے خلاف ہے، رات تمھارے لئے ہے اور دن ہمارے لئے۔ (کافی 8 ص 78/50، مناقب ابن شہر آشوب 4 ص 274)

سفیان ثوری امام صادق (ع) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا ہے، سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے گھر والوں کو چھت پر جانے سے منع کیا تھا لیکن میری ایک کنیز ایک بچہ کو لے کر اوپر چڑھ گئی اور جب دیکھنے گیا تو اس قدر گھبرائی کہ بچہ اس کے ہاتھ سے گر کر مر گیا۔

اس وقت میری پریشانی بچہ کی موت کی طرف سے نہیں ہے، اپنے رعب کی طرف سے ہے کہ لوگ مجھ سے اس قدر خوف کھاتے ہیں، حالانکہ حضرت اس سے پہلے اس کنیز کو اطمینان دلا چکے تھے اور اسے راہ خدا میں آزاد کر چکے تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب 4 ص 274)

یاسر خادم امام رضا (ع) بیان کرتے ہیں:

امام رضا (ع) کا طریقہ تھا کہ لوگوں کے جانے کے بعد تمام چھوٹے بڑے خدام کو جمع کرتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے بلکہ سائس اور حجام کو بھی اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا لیا کرتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا (ع) 2 ص 159، حلیۃ الابرار 3 ص 266)

نادر خادم امام رضاؑ بیان کرتا ہے:

امام رضا (ع) کا دستور تھا کہ ہم لوگ جب تک کھانا کھاتے رہتے تھے ہم سے کسی کام کے لئے نہیں فرماتے تھے۔ (کافی 6 ص 298/11)

یاسر و نادر بیان کرتے ہیں:

امام رضا (ع) کا حکم تھا کہ اگر میں تمھارے سامنے اس وقت آجاؤں جب تم کھانا کھا رہے ہو تو اس وقت تک کھڑے نہ ہونا جب تک کھانا ختم نہ ہو جائے بلکہ بعض اوقات آپ کسی کو آواز دیتے تھے اور اگر کہہ دیا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے، تو فرماتے تھے رہنے دو جب تک تمام نہ ہو جائے۔ (کافی 6 ص 298/10، المحاسن 2 ص 199/1583)

عبداللہ بن الصلت ایک مرد بلخی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

میں سفر خراسان میں امام رضا (ع) کے ساتھ تھا، ایک دن دسترخوان پر آپ نے تمام سیاہ و سفید غلاموں کو جمع کر لیا تو میں نے کہا کہ میں آپ پر قربان، کاش آپ انہیں الگ کھلا دیتے، فرمایا خبردار، خدا سب کا ایک ہے اور مادر و پدر (آدم و حوا) بھی ایک ہیں اور جزاء کا تعلق صرف اعمال سے ہے۔ (کافی 8 ص 230/296)

❁❁❁❁❁

فصل نہم

اہل بیت علیہم السلام اخلاق طیبہ کا مجموعہ

امام علی (ع) رسول اکرمؐ کی توصیف کرتے ہوئے فرمایا:

آپ سب سے زیادہ سخی و کریم، سب سے زیادہ وسیع الصدر، سب سے زیادہ صادق اللہجہ ، سب سے زیادہ نرم دل اور سب سے بہتر معاشرت رکھنے والے تھے، انسان پہلی مرتبہ دیکھتا تو ہیبت زدہ ہوجاتا تھا اور ساتھ رہ جاتا تھا تو محبت کرنے لگتا تھا۔

(سنن ترمذی 5 ص 599/3638)

امام حسن (ع) بیان فرماتے ہیں:

میں نے اپنے خال ہند بن ابی ہالہ التمیمی سے دریافت کیا کہ پیغمبر اسلامؐ کی گفتگو کے بارے میں کچھ بتائیں تو انھوں نے کہا کہ حضرت ہمیشہ رنجیدہ رہتے تھے، فکر میں غرق رہتے تھے ، کبھی آپ کے لئے راحت نہ تھی لیکن بلاضرورت بات نہیں کرتے تھے اور دیر تک ساکت رہا کرتے تھے، کلام اس طرح کرتے تھے کہ پورا منہ نہیں کھولتے تھے، نہایت جامع کلمات استعمال کرتے تھے جس میں ہر کلمہ حرف آخر ہوتا تھا کہ نہ فضول اور نہ کوتاہ، اخلاق انتہائی متوازن کہ نہ بالکل خشک اور نہ بالکل جبروت نعمتیں معمولی بھی ہوں تو ان کا احترام کرتے تھے اور کسی شے کی مذمت نہیں کرتے تھے، کسی ذائقہ کی نہ مذمت کرتے تھے اور نہ تعریف ، دنیا اور امور دنیا کے لئے غصہ نہیں کرتے تھے لیکن حق پر آنچ آجاتی تھی تو پھر کوئی آپ کو نہیں پہنچانتا تھا اور جب حق کے دفاع کیلئے اٹھ جاتے تو بغیر کامیابی کے بیٹھتے بھی نہیں

تھے، لیکن اپنے معاملہ میں نہ غصّہ کرتے تھے اور نہ بدلہ لیتے تھے، جب کسی کی طرف اشارہ کرتے تھے تو پوری ہتھیلی سے، تعجب کا اظہار کرتے تھے تو اسے الٹ دیتے اور بات کرتے تھے تو اسے ملا لیتے تھے اور داہنی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دباتے تھے، ناراض ہوتے تھے تو بالکل قطع تعلق کر لیتے تھے اور خوش ہوتے تھے تو نظریں نیچی کر لیتے تھے، خوشی میں اکثر اوقات صرف تبسم فرماتے تھے اور دندان مبارک موتیوں کی طرح نظر آتے تھے۔

(دلائل النبوۃ بیہقی 1 ص 286،، عیون اخبار الرضا (ع) 1 ص 1/317)

امام حسین (ع) اپنے جد رسول خداؐ کے بارے میں فرماتے ہیں:

میں نے اپنے پدر بزرگوار سے رسول اکرمؐ کی مجلس کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ آپ کا اٹھنا بیٹھنا ہمیشہ ذکر خدا کے ساتھ ہوتا تھا، جہاں دوسروں کو رہنے سے منع کرتے تھے وہاں خود بھی نہیں رہتے تھے، کسی قوم کیساتھ بیٹھ جاتے تھے تو آخر مجلس تک بیٹھے رہتے تھے اور اسی بات کا حکم بھی دیتے تھے، تمام ساتھ بیٹھنے والوں کو ان کا حق دیتے تھے اور کسی کو یہ احساس نہیں ہونے دیتے تھے کہ دوسرے کا مرتبہ زیادہ ہے۔ کسی کی ضرورت میں اس کے ساتھ اٹھتے یا بیٹھتے تھے تو جب تک وہ خود نہ چلا جائے آپ الگ نہیں ہوتے تھے، اگر کوئی شخص کسی حاجت کا سوال کرتا تھا تو اسے پورا کرتے تھے یا خوبصورتی سے سمجھا دیتے تھے، کشادہ روئی اور اخلاق میں تمام لوگوں کو حصہ دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کی حیثیت ایک باپ کی تھی اور تمام لوگ حقوق میں برابر کی حیثیت کے مالک تھے، آپ کی مجلس حلم، حیاء، صبر اور امانت کی مجلس تھی جہاں نہ آوازیں بلند ہوتی تھیں، نہ کسی کو برا بھلا کہا جاتا تھا، نہ کسی غلطی کا مذاق اڑایا جاتا تھا، سب برابر کا درجہ رکھتے تھے فضیلت صرف تقویٰ کی بنا پر تھی، سب متواضع افراد تھے، بزرگوں کا احترام ہوتا تھا، بچوں پر مہربانی ہوتی تھی، حاجت مندوں کو مقدم کیا جاتا تھا اور مسافروں کا تحفظ کیا جاتا تھا۔

میں نے عرض کی کہ ہمنشینوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ کیسا تھا؟ فرمایا ہمیشہ کشادہ دل رہتے تھے، اخلاق میں سہل، طبیعت میں نرم، نہ ترش و بد خلق، نہ حرف بد کہنے والے، نہ عیب نکالنے والے، نہ بے تکا مذاق کرنے والے، جس چیز کو نہیں چاہتے تھے اس سے چشم پوشی فرماتے تھے، نہ مایوس ہوتے تھے اور نہ اظہار محبت فرماتے تھے، تین چیزوں کو اپنے سے الگ رکھتے تھے، بیجا بحث، زیادہ گفتگو، بے مقصد کلام، اور تین چیزوں سے لوگوں کے بارے میں پرہیز فرماتے تھے، نہ کسی کی مذمت اور سرزنش کرتے تھے، نہ کسی کے اسرار کی جستجو فرماتے تھے اور نہ ثواب کی امید کے بغیر کسی موضوع میں گفتگو فرماتے تھے، جب بولتے تھے تو لوگوں اس طرح خاموشی سے سر جھکا لیتے تھے جیسے سروں پر طائر بیٹھے ہوں اور جب خاموش ہوجاتے تھے تو لوگ بات کرتے تھے لیکن جھگڑا نہیں کر سکتے تھے، کوئی شخص کوئی بات کرتا تھا سب سنتے تھے جب تک بات ختم نہ ہوجائے، ہر ایک کو بات کہنے کا موقع ملتا تھا اور سب ہنستے تھے تو آپ بھی مسکراتے تھے اور سب تعجب کرتے تھے تو آپ بھی اظہار تعجب کرتے تھے، کوئی اجنبی بے تکی بات کرتا تھا یا غلط سوال کرتا تھا تو اسے برداشت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب بھی حاجت مند کو سوال کرتے دیکھو تو عطاء کرو، مسلمان کے علاوہ کسی سے تعریف پسند نہیں فرماتے تھے کسی کی بات کو قطع نہیں فرماتے تھے اور جب وہ حد سے تجاوز کرتا تو منع فرماتے یا کھڑے ہو کر بات ختم کردیتے تھے۔ (دلائل النبوۃ بیہقی 1 ص290)

معاویہ بن وہب امام صادق (ع) سے نقل کرتے ہیں کہ:

حضورؐ نے ابتدائے بعثت سے آخر عمر تک کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا اور نہ کسی شخص کے سامنے پیر پھیلا کر بیٹھے، مصافحہ کرتے تھے تو اس وقت تک ہاتھ نہیں کھینچتے تھے جب تک وہ خود نہ کھینچ لے، کسی کی برائی پر اسے برائی سے بدلہ نہیں دیا کہ پروردگار نے فرما دیا تھا کہ برائی کا دفاع اچھائی سے کرو، کسی سائل کو رد نہیں فرمایا، کچھ تھا تو دیدیا ورنہ کہا انتظار کرو اللہ دے گا،

اللہ کے نام پر جو کہہ دیا خدا نے اسے پورا کردیا یہاں تک کہ جنت کا بھی وعدہ کرلیتے تو خدا پورا کردیتا۔(کافی 8 ص 164 / 175)

خارجہ بن زید بیان کرتے ہیں:

ایک جماعت میرے والد زید بن ثابت کے پاس آئی اور اس نے سوال کیا کہ ذرا رسول اکرمؐ کے اخلاق پر روشنی ڈالیں؟ تو انھوں نے کہا کہ میں آپ کے ہمسایہ میں تھا، جب وحی کا نزول ہوتا تھا تو مجھے لکھنے کے لئے طلب فرمایا کرتے تھے اور میں لکھ دیا کرتا تھا، اس کے بعد ہم لوگ دین و دنیا یا کھانے پینے کی جو گفتگو کرتے تھے آپ ہمارے ساتھ شریک کلام رہا کرتے تھے......(السنن الکبری 7 ص 83 / 13340)

ابن شہر آشوب نقل کرتے ہیں:

رسول اکرمؐ کے پاس جب بھی کوئی شخص آتا تھا اور آپ نماز میں مصروف ہوتے تھے تو نماز کو مختصر کرکے اس سے دریافت کرتے تھے کیا کوئی ضرورت ہے؟(مناقب 1 ص 147)

جابر بن عبداللہ انصاری بیان فرماتے ہیں:

رسول اکرمؐ سفر میں ہمیشہ پیچھے رہا کرتے تھے تاکہ کمزور کو سہارا دے سکیں اور اپنے ساتھ سوار کرسکیں۔(السنن الکبریٰ 5 ص 422 / 10352)

ابوامامہ سہل بن حنیف الانصاری، بعض اصحاب رسول کی زبان سے نقل کرتے ہیں کہ آپ مسلمانوں کے مریضوں کی عیادت اور کمزوروں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے، جنازہ میں شرکت کرتے تھے اور خود نماز جنازہ ادا کرتے تھے، ایک مرتبہ عوالی کی ایک غریب عورت بیمار ہوگئی آپ برابر اس کا حال دریافت کرتے رہے اور فرمایا کہ اگر اس کا انتقال ہوجائے تو میرے بغیر دفن نہ کرنا، میں اس کے جنازہ کی نماز پڑھاؤں گا۔

اتفاق سے اس کا انتقال رات میں ہوا اور لوگ جنازہ کو مسجد رسول کے پاس لے آئے

لیکن جب دیکھا کہ حضور آرام فرمارہے ہیں تو جگانے کے بجائے نماز پڑھ کر دفن کر دیا، دوسرے دن جب رسول اکرمؐ نے خیریت پوچھی تو صورت حال بیان کی گئی، آپ نے فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ اچھا اب میرے ساتھ چلو، سب کو لے کر قبرستان پہنچے اور قبر پر باقاعدہ نماز جنازہ ادا فرمائی اور چار تکبیریں کہیں۔ (السنن الکبریٰ 4 ص 79/7019)

انس سے نقل ہوا ہے کہ:

رسول اکرمؐ سب سے زیادہ لوگوں پر مہربان تھے، سردی کے زمانہ میں بھی چھوٹے بڑے، غلام وکنیز سب کے لئے پانی فراہم کرتے تھے تاکہ سب منہ ہاتھ دھولیں، جب کوئی شخص کوئی سوال کرتا تھا تو سنتے تھے اور اس وقت تک منہ نہ پھیرتے تھے جب تک وہ خود نہ چلا جائے، جب کسی شخص نے ہاتھ پکڑنے کا ارادہ کیا تو ہاتھ دیدیا اور اس وقت تک نہ چھڑایا جب تک اس نے خود نہ چھوڑ دیا۔ (حلیۃ الاولیاء 3 ص 26)

امام علی (ع) فرماتے ہیں:

رسول اکرمؐ وہ مظلوم تھے جن کے احسانات کا شکریہ نہیں ادا کیا جاتا تھا حالانکہ آپ کے احسانات قریش، عرب، عجم سب کے شامل حال تھے، اور سب سے زیادہ نیکی کرنے والے تھے، یہی حال ہم اہلبیت (ع) کا ہے کہ ہمارے احسانات کا شکریہ نہیں ادا کیا جاتا ہے اور یہی حال تمام نیک مومنین کا ہے کہ وہ نیکی کرتے ہیں لیکن لوگ قدردانی نہیں کرتے ہیں۔

(علل الشرائع 560/3)

امام علی (ع) فرماتے ہیں:

ہم اہل بیت (ع) کے سامنے جب بھی حق آجاتا ہے ہم اس سے متمسک ہوجاتے ہیں۔ (مقاتل الطالبین ص 76)

مصعب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں:

جب دشمنوں نے چاروں طرف سے امام حسین (ع) کو گھیر لیا تو آپ رکاب فرس پر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خاموش رہنے کی دعوت دی، اس کے بعد حمد وثناء الٰہی کر کے فرمایا کہ مجھے ایک نابدار باپ کے نابدار بیٹے نے دوراہے پر کھڑا کر دیا ہے کہ یا تلوار کھینچ لوں یا ذلت برداشت کروں اور ذلت برداشت کرنا میرے امکان میں نہیں ہے، اسے نہ خدا پسند کرتا ہے اور نہ رسول اور نہ صاحبان ایمان، نہ پاک و پاکیزہ گودیاں اور طیب و طاہر آباء و اجداد کسی کو یہ برداشت نہیں ہے کہ میں آزاد مردوں کی طرح جان دینے پر ذلیلوں کو اطاعت کو مقدم کروں۔ (احتجاج 2 ص 97 / 167)

امام زین العابدین (ع) فرماتے ہیں:

پروردگار نے ہمیں حلم، علم، شجاعت، سخاوت اور مومنین کے دلوں میں محبت کا انعام عنایت فرمایا۔ (معجم احادیث المهدی (ع) 3 ص 200 منتخب الاثر 172 / 96)

ابوبصیر بیان فرماتے ہیں:

میں نے امام باقر (ع) سے عرض کی کہ رسول اکرمؐ ہمیشہ بخل سے پناہ مانگا کرتے تھے؟ فرمایا بیشک ہر صبح و شام ہم بھی بخل سے پناہ مانگتے ہیں کہ پروردگار نے فرمایا ہے کہ جو نفس کے بخل سے محفوظ ہو گیا وہی کامیاب ہے۔ (علل الشرائع 548 / 4، قصص الانبیاء 118)

امام صادق (ع) فرماتے ہیں:

ہم اہلبیت (ع) جب کسی شخص کے خیر کو خود جان لیتے ہیں تو پھر ہمارے خیال کو لوگوں کی باتیں تبدیل نہیں کرسکتی ہیں۔ (بصائر الدرجات ص 1362)

ریز بیان کرتے ہیں:

امام صادق (ع) کی خدمت میں جہینہ کی ایک جماعت وارد ہوئی، آپ نے باقاعدہ

ضیافت فرمائی اور چلتے وقت کافی سامان اور ہدایا بھی دیدیے لیکن غلاموں سے فرمادیا کہ خبردار سامان باندھنے، سمیٹنے میں ان کی مدد نہ کرنا، ان لوگوں نے گذارش کی کہ فرزند رسول! اس قدر ضیافت کے بعد غلاموں کو امداد سے کیوں روک دیا؟ فرمایا، ہم اپنے مہمانوں کی جانے میں امداد نہیں کرتے ہیں۔ (ہمارا منشاء یہی ہوتا ہے کہ مہمان مقیم رہے تاکہ صاحب خانہ میزبانی کی برکتوں سے مستفید ہوتا رہے)۔ (امالی صدوق 437/9، روضۃ الواعظین ص233)

اللہ کے صالح اور متقی بندوں کے اخلاق میں تکلف اور تصنع شامل نہیں ہوتا ہے، پروردگار نے پیغمبر سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اپنی زحمتوں کا کوئی اجر نہیں چاہتا اور میں تکلف کرنے والوں میں نہیں ہوں اور رسول اکرمؐ نے بھی فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء و اتقیاء و امنا ہر طرح کے تکلف سے بری اور بیزار رہتے ہیں۔ (مصباح الشریعہ ص208)

حماد بن عثمان بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ مدینہ میں قحط پڑا اور صورت حال یہ ہوگئی کہ بڑے بڑے دولت مند بھی مجبور ہوگئے کہ گندم میں جو ملا کر کھائیں یا اسے بیچ کر طعام فراہم کریں، تو امام صادق (ع) نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ جو گندم ابتدائے فصل میں خرید لیا ہے اس میں جو ملا دو یا اسے بیچ ڈالو کہ ہمیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ عوام الناس جو ملا ہوا گیہوں کھائیں اور ہم خالص گیہوں استعمال کریں۔ (کافی 5 ص166/1)

امام کاظم (ع) بیان فرماتے ہیں:

جب سندی بن شاہک نے آپ سے کفن دینے کی بات کی تو آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت (ع) اپنے ذاتی حج، اپنی عورتوں کا مہر اور اپنا کفن اپنے خالص پاکیزہ مال سے فراہم کرتے ہیں۔ (الفقیہ 1 ص189/577، ارشاد 2 ص243)

امام رضا(ع)فرماتے ہیں:

ہم اہلِ بیت (ع) کو وراثت میں آل یعقوب (ع) سے عفو ملا ہے اور آل داؤد سے شکر!(کافی 8ص308/480)

امام رضا(ع)نے ابن سہل کے خط میں تحریر فرمایا کہ:

آئمہ کے کردار میں تقویٰ،عفت،صداقت،صلاح،جہاد،اداء امانت صالح وفاسق، طول سجدہ،نماز شب،محرمات سے پرہیز،صبر کے ذریعہ کشائش احوال کا انتظار،حسنِ معاشرت،حسن سلوک ہمسایہ،نیکیوں کا عام کرنا،اذیتوں کا روکنا،کشادہ روی سے ملنا،نصیحت کرنا اور مومنین پر مہربانی کرنا شامل ہے۔(تحف العقول ص416)

امام رضا(ع)فرماتے ہیں:

ہم اہلِ بیت(ع) جب کوئی وعدہ کر لیتے ہیں تو اسے اپنے ذمہ ایک قرض تصور کرتے ہیں جیسا کہ سرکار دوعالم کے کردار میں تھا۔(تحف العقول ص246،مشکٰوۃ الانوار ص173)

امام رضا(ع)فرماتے ہیں:

ہم اہلِ بیت(ع) سوتے وقت دس کام انجام دیتے ہیں،طہارت،داہنے ہاتھ پر تکیہ،33مرتبہ سبحان اللہ 33مرتبہ الحمدللہ،34مرتبہ اللہ اکبر،استقبال قبلہ،سورہ حمد کی تلاوت، آیۃ الکرسی کی تلاوت،اشہدان لاالہ الا ہوالخ تو جو شخص بھی اس طریقہ کو اپنالے گا وہ اس رات کی فضیلتیں حاصل کرلے گا۔۔(فلاح السائل ص280)

نوٹ! بظاہر روایت مین قل ہواللہ یا انا انزلناہ کا ذکر رہ گیا ہے ورنہ مذکورہ اشیاء صرف نو ہیں۔

عبید بن ابی عبداللہ البغدادی بیان کرتا ہے:

امام رضا(ع) کی خدمت میں ایک مہمان آیا اور رات گئے تک حضرت سے باتیں کرتا رہا،یہاں تک کہ چراغ ٹمٹمانے لگا،اس نے چاہا کہ ٹھیک کردے،آپ نے روک دیا اور خود

ٹھیک کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم وہ قوم ہیں جو اپنے مہمانوں سے کام نہیں لیتے ہیں۔

(کافی 6 ص 283/2)

ابراہیم بن عباس نے بیان کیا ہے کہ:

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ امام رضا (ع) نے کسی شخص سے بھی ایک نامناسب لفظ کہا ہو یا کسی کی بات کاٹ دی ہو جب تک وہ اپنی بات تمام نہ کر دے، یا کسی کی حاجت برآوری کا امکان ہوتے ہوئے اس کی بات کو رد کر دیا ہو یا کسی کے سامنے پیر پھیلا کر بیٹھے ہوں، یا ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں یا کسی نوکر اور غلام کو برا بھلا کہا ہو یا تھوک دیا ہو یا سننے میں قہقہہ لگایا ہو بلکہ ہمیشہ تبسم سے کام لیتے تھے، جب گھر میں دستر خوان لگتا تھا تو تمام نوکروں اور غلاموں کو ساتھ بٹھا لیتے تھے، رات کو بہت کم سوتے تھے اور زیادہ حصہ بیدار رہتے تھے، اکثر راتوں میں تو شام سے فجر تک بیدار رہی رہتے تھے، روزے بہت رکھتے تھے، ہر مہینہ تین روزے تو بہر حال رکھتے تھے اور اسے سارے سال کا روزہ قرار دیتے تھے، نیکیاں بہت کرتے تھے اور چھپا کر صدقہ بہت دیتے تھے خصوصیت کے ساتھ تاریک راتوں میں اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ایسا کوئی دوسرا شخص بھی دیکھا ہے تو خبردار اس کی تصدیق نہ کرنا۔

(عیون اخبار الرضا (ع) 2 ص 184/7)

امام ہادی (ع) زیارت جامعہ میں فرماتے ہیں:

اے اہل بیت (ع) آپ کا کلام نور، آپ کا حکم ہدایت، آپ کی وصیت تقویٰ، آپ کا عمل خیر، آپ کی عادت احسان آپ کی طبیعت کرم اور آپ کی شان حق وصداقت ونرم دلی ہے۔ (تہذیب 6 ص 100/177)

❁❁❁❁❁